ذبحِ عظیم

ذبحِ اسماعیل علیہ السلام سے

ذبحِ حسین رضی اللہ عنہ تک

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
	پیش لفظ	۱۱
	باب ۱: ذبح اسماعیل علیہ السلام	۱۳
	بارگاہ خداوندی سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم	۱۵
	پیکر تسلیم و رضا	۱۷
	حیات اسماعیل علیہ السلام کو تحفظ کیوں دیا گیا؟	۱۸
	تعمیر کعبہ سے کائنات کی امامت تک	۱۹
	پتھر کی عظمت	۲۵
	دعائے خلیل کی قبولیت	۲۷
	ذبح عظیم کا مفہوم	۳۰
	ذبح اسماعیل اور شہادت امام حسینؓ کا باہمی تعلق	۳۰
	ذبح عظیم کے لئے نواسہ رسول کا انتخاب کیوں؟	۳۱
	اگر حضور ﷺ کا کوئی جوان بیٹا ہوتا؟	۳۲
	حضور ﷺ کے صاحبزادگان کی بچپن میں وفات کی حکمت	۳۵
	باب ۲: فیض نبوت و ولایت کی بقاء کا الوہی نظام	۳۹
	حضرت علی اور حضرت سیدہ فاطمہؓ کی شادی کا آسمانی فیصلہ	۴۱
	فصل اول: فضائل مولائے کائنات رضی اللہ عنہ	۴۳
	حضرت علی کی صلب سے نبی کی ذریت	۴۵
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قائم مقام	۴۶
	منافق کی نشانی	۵۰
	علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں	۵۳
	علی شہر علم و حکمت کا دروازہ	۵۴
	علی کا ذکر عبادت ہے	۵۵
	چہرہ علی کو دیکھنا بھی عبادت	۵۷
	حضرت علی مولائے کائنات	۵۸
	اصحاب بدر کی گواہی	۶۱
	بغض علی بغض خدا	۶۵
	دونوں جہانوں کے سید	۶۶

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
٦٧	غوثیت سے قطبیت تک وسیلہ جلیلہ	
٦٨	اطاعت علی اطاعت خدا کی ضمانت	
٦٩	قرآن اور علی	
٧٠	قرابت داران رسول ہاشمی	
٧١	رسول اور علی ایک ہی درخت ہے	
٧٢	فرشتوں کی نصرت	
٧٣	جلال نبوی کے وقت گفتگو کا یارا	
٧٤	علی کی خاطر سورج کا پلٹنا	
٧٤	علی کی قوت فیصلہ دعائے رسول کا ثمر	
٧٥	جنت علی کا منتظر	
٧٦	جنت میں داخل ہونے والا ہراول دستہ	
٧٦	متبعین کے ہمراہ مومن کوثر پر خوشنما چہروں کے ساتھ حاضری	
٧٧	محبت علی میں افراط وتفریط کرنے والے گمراہ	
٧٩	**فصل دوم: مناقب فاطمۃ الزاہراہ رضی اللہ عنہا**	
٨١	رسول کو محبوب ترین ہستی	
٨٢	شیعہ سنی فسادات کی حقیقت	
٨٤	خاتون جنت	
٨٥	رضا فاطمہ کی رضائے نبی ﷺ ہے	
٨٦	حشر میں فاطمہ بنت رسول ﷺ کی آمد	
٨٧	ناراضی فاطمہ ناراضی خدا	
٨٧	حضور ﷺ کے بعد کائنات میں افضل ترین	
٨٩	بیٹی! میرے ماں باپ تجھ پر قربان	
٩٠	غلام بے نوا کا سلام	
٩٣	**باب ٣: ذبح عظیم کی تکمیل**	
٩٧	**فصل اول: مناقب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ**	
٩٩	حسنین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار	
٩٩	حسنین کی محبت محبت رسول ہے	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۰۰	باری تعالیٰ حسنین کریمین سے تو بھی محبت کر	
۱۰۰	دوش پیمبر ﷺ پر سواری	
۱۰۲	حالت نماز میں پشت اقدس کے سوار	
۱۰۳	جن کے لئے سجدہ طویل کر دیا گیا	
۱۰۴	حضور نبی اکرم ﷺ کے جسم اطہر سے مشابہت	
۱۰۵	حسین کی محبت اللہ کی محبت	
۱۰۷	عالم بیداری میں شہادت حسینؓ کی خبر	
۱۰۹	ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت	
۱۰۹	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت	
۱۱۰	حضور ﷺ کی چشمان مقدس میں آنسو	
۱۱۰	٦١ ہجری کے اختتام کی نشاندہی	
۱۱۱	حضرت ابو ہریرہؓ کی دعا	
۱۱۲	مقتل حسین رضی اللہ عنہ	
۱۱۳	جس دن یہ مٹی سرخ ہو جائے گی	
۱۱۵	**فصل دوم: خاندان رسول ﷺ کے لہو سے تحریر ہونے والی داستان حریت وایثار**	
۱۱۷	۱۰ محرم کو حضور ﷺ کا اضطراب	
۱۱۸	شب عاشور، عبادت کی رات	
۱۱۹	حسین کے اصحاب وفادار	
۱۲۰	یوم عاشور	
۱۲۱	حر کی توبہ	
۱۲۲	انفرادی جنگ کا آغاز	
۱۲۳	خاندان رسول کی جانثاری	
۱۲۵	علی اکبر کے بعد قاسم بھی شہید ہو گئے	
۱۲۶	معصوم علی اصغر کی شہادت	
۱۲۸	غیرت حسین کی منافی روایت کا تجزیہ	
۱۲۹	مقتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۳۳	ذبح عظیم	
۱۳۴	شہادت حسین پر آسمان کا نوحہ	
۱۳۷	شام غریباں	
۱۳۸	عیسائی راہب کا اظہار عقیدت	
۱۳۹	ایک قاتل کی بیوی کی گواہی	
۱۳۹	دربار یزید میں	
۱۴۰	ابن زیاد کا انجام	
۱۴۱	**شعور کربلا سے پیغام کربلا تک**	

باب 1

ذبح اسماعیل علیہ السلام

پیش لفظ

تمام تر اختیارات کو اپنی ذات میں مرتکز کر کے خدا بننے کا جنون تاریخ انسانی کے ہر دور اور ہر عہد میں مسند اقتدار پر براجمان مطلق العنان بادشاہوں کے ذہنوں میں فتور برپا کرتا رہا ہے۔ انسانی کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کر کے اپنی انا کو تسکین دینے کے اس شیطانی عمل نے اس کرۂ ارضی پر شاداب موسموں کی چاندنی بکھرنے کی بجائے تاریخ کے اوراق پر جبر و استبداد کی ان گنت داستانیں رقم کی ہیں۔ یہ جنون آج کی نام نہاد مہذب اور جمہوری دنیا میں ظلم، بربریت، درندگی اور وحشت کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے نہ صرف زندہ ہے بلکہ پوری قوت اور شدت کے ساتھ متحرک بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی تمام تر روشن خیالی، سائنسی اور فنی ارتقاء کے باوجود انسانی معاشرے حیوانی معاشروں کے قریب تر ہو رہے ہیں، جنگل کا قانون آج بھی کسی نہ کسی صورت میں اولاد آدم پر مسلط ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اب یہ کارِ مذمت، خوشنما اور دلفریب عنوانات کے تحت جاری ہے۔ اب توسیع پسندی کے پیمانے بدل گئے ہیں، اب جسمانی غلامی کی جگہ سیاسی اور معاشی غلامی کے نئے نئے انداز متعارف ہو رہے ہیں۔ ریاستی دہشت گردی نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، آتش نمرود سے میدان کربلا میں خاندان رسول ﷺ کے خیموں کو آگ لگائے جانے تک ریاستی دہشت گردی کی ان گنت مثالیں بکھری ہوئی ہیں، ریاستی دہشت گردی جسے عموماً قانونی اور آئینی تحفظ بھی فراہم کیا جاتا ہے ہمارے پورے عہد کی پہچان بن گئی ہے کہنے کو تو نسلی تعصّبات کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن مغرب سمیت امریکہ جیسے نام نہاد مہذب اور جمہوری معاشروں میں گورے اور کالے کے خون میں عملاً آج بھی تمیز روا رکھی جاتی ہے۔

تاریخ عالم شاہد عادل ہے کہ حاکم اور محکوم طبقات کے درمیان صدیوں پر محیط سیاسی اور طبقاتی کشمکش دراصل انسان کے بنیادی حقوق کی پامالی کا نتیجہ ہے اور یہ کشمکش اس وقت تک جاری رہے گی جب تک دنیا ابن آدم کو قانون اور حقوق دینے والے پیغمبر امن حضرت محمد ﷺ کی دہلیز سے اپنی غلامی کا رشتہ استوار کر کے افق عالم پر دائمی امن کی بشارتوں کے نزول کو یقینی نہیں بناتی۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آتش نمرود میں بے خطر کود کر کلمۂ حق کہنے کی جس پیغمبرانہ روایت کو آگے بڑھایا تھا وہ عظیم روایت ذبح اسماعیل سے ذبح حسینؓ تک تسلیم و رضا اور ایثار و قربانی کی ان کائناتی سچائیوں کی امین ہے جن کے بغیر تہذیب انسانی کے اجتماعی رویوں کی ہر تفہیم اور توجیہہ بے معنی اور غیر موثر ہو کر رہ جاتی ہے تاریخ اسلام حریت فکر کے امین انہی لمحات جاوداں کی عینی شاہد ہے، اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسماعیل

اس ابدی حقیقت کی ترجمانی پر مبنی اقبال کا یہ شعر ہمیشہ سے اہل علم و نظر کو متوجہ کرتا رہا، ضرورت اس بات کی تھی کہ حکیم الامت کے ان جذبات کو باقاعدہ علمی اور تحقیقی قالب میں ڈھالا جاتا سو اس سعادت کے لئے قدرت نے مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زبان حقیقت ترجمان کا انتخاب کیا۔ چنانچہ یہ کتاب آپ کے مختلف مواقع پر کئے گئے خطبات کا مجموعہ ہے جن میں محترم محمد تاج الدین ہاشمی صاحب نے بعض ضروری حوالہ جات کا اضافہ بھی کر دیا ہے یوں اس اچھوتے موضوع پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

ریاض حسین چوہدری

فصل اول

ذبح اسماعیل علیہ السلام

بارگاہ خداوندی سے سیدنا اسمعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم

اللہ تبارک تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں بھی قبول کرتا ہے اور انہیں آزمائش میں بھی ڈالتا ہے۔ ان کی قوت ایمانی کا امتحان بھی لیتا ہے اور انہیں ارفع و اعلیٰ مقامات پر فائز بھی کرتا ہے۔ انبیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کائنات میں سب سے بلند مراتب پر فائز فرمایا اور اپنے قرب و وصال کی نعمتوں سے نوازا اسی طرح انہیں بڑی کٹھن منزلوں سے بھی گزرنا پڑا۔ انہیں بڑی سے بڑی قربانی کا حکم ہوا لیکن ان کے مقام بندگی کا یہ اعجاز تھا کہ سر مو حکم ربی سے انحراف یا تساہل نہیں برتا' ان کی اطاعت' خشیت اور محبت کا یہی معیار تھا کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی اور اس میں موجود جملہ نعمتوں کو اپنے مولا کی رضا کیلئے وقف کیے رکھا' حتی کہ اولاد جیسی عزیز ترین متاع کے قربان کرنے کا حکم بھی ملتا تو ثابت کر دیا کہ یہ بھی اس کی راہ پر قربان کی جا سکتی ہے۔ جملہ انبیائے کرام اپنی شان بندگی میں یکتا اور بے مثال تھے لیکن سلسلہ انبیاء میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی داستان عزیمت بہت دلچسپ اور قابل رشک ہے۔ ان کے لیے اللہ کی راہ میں بیٹے کو قربان کرنے کا حکم ایک بہت بڑی آزمائش تھی لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس آزمائش میں بھی پورا اترے کیسے؟ قرآن کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَo فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍo فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰاَبَتِ افْعَلْ

اے میرے پروردگار مجھ کو نیک بیٹا عطا فرما۔ پس ہم نے ان کو ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ (اسمعیل) ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچے فرمایا اے میرے بیٹے' میں

مَاتُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ o فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ o وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰاِبْرَاھِیْمُ o قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ o اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُ الْمُبِیْنُ o وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ o

(الصفت، ۳۷:۱۰۰۔۱۰۷)

خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں پس تم بھی غور کرلو کہ تمہارا کیا خیال ہے (اسمعیل نے بلا تردد) عرض کیا اے ابا جان (پھر دیر کیا ہے) جو کچھ آپ کو حکم ہوا کر ڈالئے (جہاں تک میرا تعلق ہے) آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے (اللہ کا) حکم مان لیا اور (ابراہیم نے) ان کو ماتھے کے بل لٹایا۔ اور ہم نے ان کو ندا دی کہ اے ابراہیم (کیا خوب) تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ ہم نیکو کاروں کو یوں ہی بدلہ دیتے ہیں۔ (بے شک باپ کا بیٹے کے ذبح کے لئے تیار ہوجانا) یہ ایک بڑی صریح آزمائش تھی (حضرت ابراہیم اس آزمائش میں پورا اترے) اور ہم نے ایک عظیم قربانی کو ان کا فدیہ (بنا) دیا۔

پیکرِ تسلیم و رضا

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ رب العزت کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کے جدامجد' ابتلا و آزمائش کے ان گنت مراحل سے گزرے' سفر ہجرت اختیار کیا' اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ اور ننھے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بے آب و گیاہ صحرا میں چھوڑا۔ تبلیغ دین کا ہر راستہ دراصل انقلاب کا راستہ ہے اور شاہراہ انقلاب پھولوں کی سیج نہیں ہوتی۔ حضرت ابراہیمؑ کی پوری زندگی اسی انقلابی جدوجہد سے عبارت ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں التجا کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ مجھے ایک نیک' صالح اور پاکباز بیٹے سے نواز' اللہ پاک دعائے ابراہیمی کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہیں' بارگاہ خداوندی سے انہیں اطاعت گزار بیٹا عطا ہوتا ہے جن کا نام اسماعیل رکھا جاتا ہے۔ باپ کی آنکھوں کا نور' اور اس کی دیرینہ محبتوں اور چاہتوں کا مرکز' حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آخری عمر کا سہارا بھی تھے۔ باپ اور بیٹے کے درمیان اس بے پناہ محبت کو دیکھ کر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ ابراہیم! اپنے لخت جگر اسماعیل کو ہماری راہ میں قربان کر۔

غور کیا جائے تو یہ مقام حیرت و استعجاب ہے۔ اللہ کا پیغمبر یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ آج تک کسی انسان کی قربانی کا حکم نہیں دیا گیا' وہ اس پر لیت و لعل سے بھی کام لے سکتے تھے اور اس کا قرینہ بھی تھا کیونکہ یہ حکم آپ کو خواب میں دیا گیا تھا لیکن دیکھیے پیغمبر کے ایمان و عمل کی رفعتیں! انہوں نے ایک لمحہ توقف کیے بغیر سارا ماجرا اپنے بیٹے اسماعیل کو سنایا لیکن انہیں حکم نہیں دیا بلکہ ان سے رائے پوچھی۔ قربان جائیں اس پیغمبر زادے کی ایمانی عظمتوں پر بھی جنہوں نے باپ کے خواب کو اللہ کا حکم

سمجھتے ہوئے سرِتسلیم خم کر کے تاریخ انسانیت میں ذبیح اللہ کا منفرد اعزاز حاصل کیا۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مخاطب ہوتے ہیں کہ بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے اللہ کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں۔ باپ بیٹا دونوں جانتے ہیں کہ پیغمبر کا خواب اللہ کی وحی ہوتا ہے اس لئے باپ بیٹے سے پوچھتا ہے بیٹا! بتا تیری کیا رائے ہے؟ اطاعت گزار بیٹا جواب دیتا ہے ابا جان! آپ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کیجئے آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ قرآن بتاتا ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے اوندھے منہ لٹا دیتے ہیں اور اپنے لاڈلے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے چھری ہاتھ میں لیتے ہیں۔ غیب سے آواز آتی ہے وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰاهِيْمُo قَدْ صَدَّقْتُ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَo ابراہیم! تو نے اپنا خواب اور اللہ کا امر سچا کر دکھایا، ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزاء دیتے ہیں، اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا حکم اللہ کے نبی کی بہت بڑی آزمائش اور ایک بہت بڑا امتحان تھا، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس بڑے نازک امتحان میں کامیاب و کامران رہے۔ آسمان سے ایک مینڈا آتا ہے اور حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ اس مینڈے کو ذبح کرتے ہیں، ارشاد ہوتا ہے ابراہیم! تمہاری قربانی قبول ہوگئی۔ ہم نے اسماعیل کی ذبح کو ''ایک عظیم ذبح'' کے ساتھ فدیہ کر دیا۔ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی بھی بارگاہ خداوندی میں مقبول و منظور ہوگئی اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زندگی بھی بچ گئی۔

حیات اسماعیل علیہ السلام کو تحفظ کیوں دیا گیا؟

اب ذہن انسانی میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو

بچانا ہی مقصود تھا تو پھر ان کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا حکم کیوں ہوا؟ اور اگر حکم ہوا تھا تو ان کی زندگی کو تحفظ کیوں دیا گیا۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ حکم اس لئے ہوا کہ سراپائے ایثار و قربانی پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کے لختِ جگر سے ذبح کی تاریخ کی ابتدا ہو جائے کہ راہ حق میں قربانیاں دینے کا آغاز انبیاء کی سنت ہے اور بچا اس لئے گیا کہ اس عظیم پیغمبر کی نسل پاک میں نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی ولادت با سعادت ہونا تھی۔ اولاد ابراہیم علیہ السلام میں تاجدار کائنات ﷺ کو تشریف لانا تھا اس لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذبح کو جنت سے لائے گئے مینڈھے کی قربانی کی صورت میں 'عظیم ذبح'' کے ساتھ بدل دیا گیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام محفوظ و مامون رہے۔

تعمیر کعبہ سے کائنات کی امامت تک

سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام سن بلوغت کو پہنچے' تو مکہ معظّمہ کی وادی میں اپنے والد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشریف لائے۔ اللہ رب العزت کی طرف سے انہیں کعبۃ اللہ کی تعمیر کا حکم ہوا' یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا جو سرور کائنات حضور رحمت عالم ﷺ کے جد امجد کے حصہ میں آیا۔ انہی کی نسل پاک میں مبعوث ہونے والے پیغمبر اعظم و آخر حضور نبی اکرم ﷺ کے حصے میں یہ سعادت بھی آئی کہ کعبۃ اللہ کو تین سو ساٹھ بتوں سے پاک کر کے اس پر پرچم توحید لہرایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات مقدسہ پر ایک نظر ڈالیں تو کار نبوت کی انجام دہی میں انہیں ان گنت مصائب کا سامنا رہا اور آزمائش کے کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا۔ اللہ کے اس عظیم پیغمبر نے راہ حق میں آنے والی ان مشکلات کا خندہ پیشانی

سے مقابلہ کیا اور ہر آزمائش پر پورا اترے۔ کامیابی نے قدم قدم پر ان کے قدموں کو بوسہ دینے کا اعزاز حاصل کیا چنانچہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی داستان عزیمت کو شاندار الفاظ میں دھرایا ہے سورہ بقرہ میں ارشاد خداوندی ہے۔

وَ اِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰاھِیْمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ o وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْناً وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰاھِیْمَ مُصَلًّی وَعَھِدْنَا اِلٰٓی اِبْرٰاھِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَھِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ o وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰاھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِناً وَّارْزُقْ اَھْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ بِا اللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ کَفَرَ

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم کو ان کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا تو انہوں نے وہ پوری کردیں، (اس پر) اللہ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بناؤں گا، انہوں نے عرض کیا (کیا) میری اولاد میں سے بھی؟ ارشاد ہوا (ہاں مگر) میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ (اور یاد کرو) جب ہم نے اس گھر (خانہ کعبہ) کو لوگوں کیلئے رجوع (اور اجتماع) کا مرکز اور جائے امان بنادیا، اور (حکم دیا کہ) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقام نماز بنالو اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو تاکید فرمائی کہ میرے گھر کو طواف

فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلاً ثُمَّ اَضْطَرُّهٗ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُO وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُO رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَكَ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا اَنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُO رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُO

(البقرہ، ۲:۱۲۶۔۱۲۹)

کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک (صاف) کردو۔ اور جب ابراہیم نے عرض کیا اے میرے رب! اسے امن والا شہر بنا دے اور اس کے باشندوں کو طرح طرح کے پھلوں سے نواز (یعنی) ان لوگوں کو جو ان میں سے اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے، (اللہ نے) فرمایا اور جو کوئی کفر کرے گا اس کو بھی زندگی کی تھوڑی مدت (کیلئے) فائدہ پہنچاؤں گا پھر اسے (اس کفر کے باعث) دوزخ کی عذاب کی طرف (جانے پر) مجبور کردوں گا اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ اور (یاد کرو) جب ابراہیم اور اسمٰعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (تو دونوں دعا کر رہے تھے) کہ اے ہمارے رب! تو ہم سے (یہ خدمت) قبول فرمالے بے شک تو خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہم دونوں کو

اپنے حکم کے سامنے جھکنے والا بنا اور
ہماری اولاد سے بھی ایک امت کو
خاص اپنا تابع فرمان بنا' اور ہمیں
ہماری عبادت (اور حج کے) قواعد بتا
دے اور ہم پر (رحمت و مغفرت) کی
نظر فرما' بے شک تو ہی بہت توبہ قبول
فرمانے والا مہربان ہے۔ اے ہمارے
رب' ان میں انہی میں سے (وہ آخری
اور برگزیدہ) رسول مبعوث فرما جو ان
پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور
انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے
(کر دانائے راز بنا دے) اور ان (کے
نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف
کر دے' بے شک تو ہی غالب حکمت
والا ہے۔

آزمائش کا مرحلہ گزر گیا۔ کامیابی کا نور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مقدس پیشانی پر چمکنے لگا' اس وقت پیغام حق آیا کہ ابراہیم! ہم نے تیری عبدیت کو پرکھ لیا' ہم نے تیری شان خلیلی کا امتحان لے لیا۔ ہم نے دیکھ لیا کہ تیرے دل میں ہماری محبت کے کتنے سمندر موجزن ہیں' ہم نے تیری قربانیوں کا بھی مشاہدہ کیا' قدم قدم پر تیرے صبر و استقامت کو بھی دیکھا۔ ہم نے تیرے توکل اور کلمہ شکر کی ادائیگی کا حسن بھی دیکھا۔ ان تمام آزمائشوں پر پورا اترنے کے بعد آ! ابراہیم اب ایک خوشخبری بھی

سن لے ایک مژدہ جانفزا بھی سماعت کر' وہ خوشخبری کیا ہے' وہ مژدہ جانفزا کیا ہے؟ وہ خوشخبری یہ ہے کہ ابراہیم! میں تجھے نسل بنی آدم کی امامت عطا کرتا ہوں۔ پوری انسانیت کی امامت' تمام امتوں کی امامت' اقوام عالم کی امامت۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنِّي جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا باری تعالیٰ یہ امامت صرف میرے لئے ہے یا میری ذریت اور نسل کے لئے بھی؟ ارشاد ہوا '' لَا يَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِيْنَ ابراہیم! ہم نے تجھے بھی امامت دی اور یہ امامت تیری ذریت اور نسل کو بھی عطا کی' مگر شرط یہ ہے کہ یہ امامت اس کا مقدر بنے گی جو تیرے نقش قدم پر چلے گا جو صراط مستقیم کو اپنائے گا وہ دنیا کی امامت پائے گا لیکن جو تیری راہ سے منحرف ہوگا' امامت کا بھی حق دار نہ ہوگا۔

پھر تعمیر کعبہ کا حکم ہوا۔ عظیم باپ اور عظیم بیٹا تعمیر کعبہ میں مصروف ہو گئے ایک ایک پتھر لاتے اور کعبہ کی دیواریں تعمیر کرتے۔ دیواریں بلند ہو گئیں' ایک پتھر عطا ہوا جس پر کھڑے ہو کر تعمیر کا کام ہو رہا تھا۔ جوں جوں دیواریں اونچی ہو رہی تھیں توں توں یہ پتھر بھی بلند ہوتا جاتا اور سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام تعمیر کعبہ میں اپنے والد گرامی کی معاونت فرماتے' پتھر ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتے وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ' جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام تعمیر کعبہ میں مصروف ہوتے تو یہ کلمات ان کی زبان اقدس پر جاری ہوتے '' رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ مولا! ہم تیرے گھر کی تعمیر کر رہے ہیں ہماری یہ مشقت قبول فرما' ہماری اس مزدوری کو قبولیت کا شرف عطا کر' رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَکَ یاباری تعالیٰ! ہماری جبینیں تیرے حضور جھکی رہیں' ہمارے سجدوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔ ومن ذریتنا أمة مسلمه لک ہماری آل اور ذریت میں سے

امت مسلمہ پیدا کر۔ پھر اگلی آیت میں حکم ہوا تم نے آج ہمارا گھر تعمیر کیا ہے جو مانگنا ہے مانگ لو' اپنی مشقت کا صلہ طلب کرلو' بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھ گئے ''رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وُيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ''باری تعالیٰ ہم نے تیرے گھر کی دیواریں بلند کی ہیں ہم نے اپنی ذریت میں سے امت مسلمہ مانگ لی ہے۔ اے خدائے رحیم وکریم' حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مجھ تک ہر زمانے میں نبی آخر الزماں ﷺ کے ظہور کا اعلان کرتا رہا ہے' یہ سلسلہ نبوت و رسالت اس مقدس ہستی پر جا کر ختم ہو جائے گا۔ وہ رسول معظم ﷺ جس کی خاطر تو نے یہ بزم کائنات سجائی۔ کرہ ارض پر ہزار ہا انبیاء کو مبعوث فرمایا وہ رسول آخر ﷺ جس کے لئے تو نے ملتوں کو پیدا کیا۔ دنیائے رنگ و بو کو آراستہ کیا' آبشاروں کو تکلم کا ہنر بخشا' ہواؤں کو چلنے کی خو عطا فرمائی۔ وہ رسول برحق جس کی خاطر تو نے اپنا جلوہ بے نقاب کیا' جس کی خاطر تو نے اپنی مخلوقات کو پردہ عدم سے وجود بخشا' جس کی خاطر تو نے انسانوں کے لئے ہدایت آسمانی کے سلسلے کا آغاز کیا' اس رسول معظم ﷺ اور اس نبی آخر الزماں ﷺ کا اس کائنات رنگ و بو میں ظہور ہونے والا ہے' باری تعالیٰ نے فرمایا ہاں ابراہیم ہمارا وہ محبوب رسول آنے والا ہے' بتا ابراہیم! تو کیا چاہتا ہے۔ فرمایا رب کائنات! اگر تو تعمیر کعبہ کی ہمیں مزدوری دینا چاہتا ہے' اگر تعمیل حکم میں ہمیں تو کچھ عطا کرنا چاہتا ہے تو اے پروردگار اپنے اس آخری رسول ﷺ کو میری اولاد میں مبعوث ہونے کا شرف عطا فرما۔ میری ذریت کو نور محمدی کے جلووں سے ہمکنار کر دے' میری اولاد کو حضور ﷺ کی قدم بوسی کی سعادت بخش دے' مولا! مجھے اپنا محبوب ﷺ دے دے۔ ارشاد ہوا' ابراہیم تو نے تین چیزیں

(۱) نبوت و رسالت

(۲) ختم نبوت اور

(۳) امت مسلمہ اپنی ذریت کے لئے مانگ لیں ہیں' ابراہیم تو نے میری محبت اور رضا کیلئے میرا گھر تعمیر کیا ہے اور دعا بھی وہ مانگی ہے جسے میں رد نہیں کرسکتا اس لئے ابراہیم ! جا ہم نے تجھے تیری مزدوری کے صلے میں یہ تینوں چیزیں عطا کر دیں۔

پتھر کی عظمت

روایات میں ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہو کر اپنی نسل میں تاجدار کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کی دعا مانگی تھی یہ وہی پتھر تھا جس پر کھڑے ہو کر آپ نے تعمیر کعبہ کا کام سرانجام دیا تھا۔ اس مقدس پتھر کی عظمت پر جان و دل نثار جس پر کھڑے ہو کر اپنی اولاد میں نبی آخر الزماں ﷺ کے مبعوث ہونے کی دعا مانگی جا رہی ہے۔ رب نے کہا اے بے جان پتھر تجھے خبر ہے تجھ پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے ہم سے کیا مانگ لیا ہے اس لمحے کو اپنے سینے میں محفوظ کر لے کہ یہ لمحہ قبولیت کا لمحہ ہے۔ اس لمحے ہمارے محبوب ﷺ کی آمد کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس وقت رسول کائنات ﷺ کے تذکار جلیلہ سے روح کائنات معطر ہے' قدرت خداوندی سے پتھر موم ہو گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان قیامت تک کے لئے اس میں پیوست ہو گئے۔

اس پتھر کا اعزاز یہ تھا کہ اس پر کھڑے ہو کر اللہ کے ایک جلیل القدر پیغمبر نے اس کے محبوب کا تذکرہ چھیڑ دیا تھا۔ اللہ کے نبی کی نسبت سے وہ پتھر بھی محترم ہو گیا۔ بے شمار پتھروں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان لگے ہونگے' ان گنت پتھروں نے کف پائے ابراہیم علیہ السلام کو بوسہ دینے کا اعزاز حاصل کیا ہو گا لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ وہ نقوش مٹتے گئے' ماہ و سال کی گرد انہیں

اپنے دامن میں چھپاتی رہی مگر جس پتھر پر کھڑے ہوکر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طلوع صبح میلاد کی دعا مانگی تھی، اللہ سے اس کے محبوب ﷺ کو مانگا تھا۔ کونین کی دولت کو اپنے دامن میں سمیٹنے کی آرزو کی تھی وہ پتھر حرم اقدس میں مقام ابراہیم پر قیامت تک کے لئے محفوظ کردیا گیا۔

ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبولیت کی خلعت فاخرہ عطا کی، اور جو پتھر ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نشان تھا اسے صحن کعبہ میں قیامت تک کے لئے محفوظ کردیا اور باقی تمام پتھر حدود کعبہ سے ہٹا دیئے کیونکہ کعبہ میری سجدہ گاہ ہے۔ یہ میری توحید کا مرکز ہے، اس کی سمت منہ کر کے عبادت کی جاتی ہے یہ محور حق ہے۔ خلقت کا منبع و مرکز ہے، مشرق سے مغرب تک لوگ میرے کعبے میں حج و عبادت کے لیے آئینگے، حرم کی زمین کو اپنے سجدوں سے بسائینگے۔ یہ فضاء ان کے نالہ ہائے نیم شبی سے معمور ہوگی۔ میں انہیں یہ پتھر دکھاؤں گا جو دعائے خلیل علیہ السلام کی یادگار ہے جس پر کھڑے ہوکر اس نے نبی آخر الزماں ﷺ کے اپنی نسل میں مبعوث ہونے کی دعا مانگی تھی۔ اے حرم کعبہ تک آنے والو! اے میرے گھر کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے والو! یہ صدقہ ہے اس پتھر کا جن پر ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان ہیں کیونکہ یہ دعائے مصطفٰے کا نقش ہے۔

حکم ہوا وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى سوال ہوا کہ باری تعالٰی اس پتھر کو کیسے محفوظ کریں۔ فرمایا اس پتھر کو کعبے کے سامنے گاڑ دو اس وقت تک میرے گھر کا طواف مکمل نہیں ہوگا جب تک طواف کرنے والے اس پتھر کے سامنے میرے حضور سجدہ ریز نہ ہوں گے تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ یہ تمام انعامات و اکرامات صدقہ ہے اس پتھر کا۔

دعائے خلیل کی قبولیت

دعائے خلیل کو خلعت قبولیت عطا ہوئی کونین کی دولت سیدنا ابراہیمعلیہ السلام کے دامن طلب میں ڈال دی گئی یہ دعا پہلے پارے کے آخر میں آئی ہے دوسرے پارے کے شروع میں اس کا جواب بھی آ گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ٥ فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ٥ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ٥ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ

اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفسا و قلبا) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرار معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو۔ اے ایمان والو صبر اور نماز کے ذریعے (مجھ سے) مدد چاہا کرو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ (ہوتا)

نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ o الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ o اُولٰٓئِکَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ o

(البقرہ ۲:۱۵۱۔۱۵۷)

ہے۔اور جولوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مردہ ہیں' (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔ اور ہم تمہیں ضرور بالضرور آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے' اور (اے حبیب) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں۔جن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم بھی اللہ ہی کا (مال) ہیں اور ہم بھی اس کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے پے در پے نوازشیں ہیں اور رحمت ہے' اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

حضرت ابراہیم نے اللہ سے قوموں کی امامت کا سوال کیا' امامت کی دو شکلیں کردی گئیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کے ساتھ نبوت کو ختم ہونا تھا اور تاجدار کائنات ﷺ کے سر اقدس پر ختم نبوت کا تاج سجایا جانا مقصود تھا اس لئے امامت کے دو جزو کردیئے گئے۔ایک امامت سے نبوت اور دوسری امامت سے ولایت۔حکمت یہ تھی کہ جب حضور ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوجائے تو پھر فیض نبوت بشکل امامت میرے

نبی ﷺ کی امت کو ملنا شروع ہو جائے یوں سورہ بقرہ آیت ۱۵۱ سے ۱۵۷ تک دعائے ابراہیم کا جواب ہے۔

دعا تو فقط یہ تھی کہ مولا ! اپنا وہ پیغمبر، رسول آخر الزماں ﷺ میری آل میں میری نسل میں مبعوث فرما۔ اللہ رب العزت نے جواب میں فرمایا کہ دو چیزیں عطا کرتا ہوں ایک نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت اور پھر شہادت۔ فرمایا ’’ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِنْكُمْ ‘‘ آگے اس سے متعلق فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگنا ’’وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ‘‘ جو اللہ کی راہ میں شہید ہوں انہیں مردہ نہ کہو بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ’’وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں‘‘

بعثت محمدی اور شہادت کا باہمی ربط مذکورہ آیات میں بڑے اہم نکات کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ دعائے ابراہیم علیہ السلام کے جواب میں ایک طرف حضور ﷺ کی ختم نبوت بیان کی جا رہی ہے تو دوسری طرف شہادت کا ذکر ہے۔ اس وجدانی اور عرفانی نکتے کی وضاحت تو آئندہ صفحات میں کی جائے گی، تاہم یہاں صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ حضور ﷺ کی شان ختم نبوت کے ساتھ آپ کو مرتبہ شہادت پر بھی فائز کرنا مقصود تھا جس کا مظہر نواسۂ رسول سیدنا امام حسین قرار پائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہی ذبح عظیم کا مصداق سمجھتے ہیں۔

ذبح عظیم کا مفہوم

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی حیات مقدسہ میں حضرت اسماعیل علیہ

السلام کی قربانی کا واقعہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی وجہ سے انہیں بارگاہ خداوندی سے شرف امامت بھی عطا کیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کی راہ میں اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے خود بھی تیار ہوگئے تھے اور سعادت مند بیٹے نے بھی حکم خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ باپ بیٹے نے تسلیم جاں کا یہ اظہار زبانی کلامی نہیں کیا بلکہ عملاً حکم کی بجا آوری کے لئے بیٹے کی قربانی کی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں چھری بھی لے لی تھی۔ اس کا تفصیلی ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زندگی محفوظ رہی کہ ان کی نسل پاک سے نبی آخر الزماں ﷺ کی ولادت باسعادت ہونا تھی' خدائے بزرگ و برتر نے **وفدیناہ بذبح عظیم** کہہ کر اسماعیل کے ذبح کو ذبح عظیم کا فدیہ قرار دیا۔ فرزند پیغمبر کی قربانی ہونا بعثت مصطفےٰ ﷺ کی خاطر موقوف ہوئی۔ حکمت خداوندی یہ تھی کہ حضور ﷺ کے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے شہادت کے لئے اس کے لخت جگر کا انتخاب عمل میں آئے گا اور ذبح اسماعیل علیہ السلام کو مصطفےٰ ﷺ کے لخت جگر سیدنا امام حسینؓ سے ذبح عظیم بنا دیں گے۔

ذبح اسمٰعیل اور شہادت امام حسین کا باہمی تعلق

اگر شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا تعلق ذبح اسماعیل سے جوڑا نہ جائے تو بات مکمل نہیں ہوتی' شہادت کا عمل ادھورا رہ جاتا ہے اور بات مکمل طور پر سمجھ میں نہیں آتی۔ حضرت اسماعیل کی قربانی کو صرف ''ذبح'' کے لفظ سے ذکر کیا گیا۔ ان کی جگہ مینڈ کی قربانی ہوئی تو اسے ''ذبح عظیم'' کہا گیا۔ اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مینڈے کی قربانی کو ذبح عظیم اور پیغمبر کے بیٹے کی قربانی کو محض ذبح کہا جائے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ذبح عظیم سے مراد کونسی قربانی ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے

کہ اس ذبح عظیم سے مراد کونسی قربانی ہے ؟ ذبح عظیم یقیناً وہی قربانی ہوگی جو ذبح اسمٰعیل سے بڑی قربانی کی صورت میں ادا ہوگی۔

اسماعیل علیہ السلام حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فرزند تھے جبکہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ حضور سرور کونین ﷺ کے لخت جگر اور نور نظر تھے۔ قطع نظر اس کے کہ نبی اور صحابی کے مرتبے میں بہت فرق ہوتا ہے لیکن نسبت ابراہیمی سے نسبت مصطفوی یقیناً ارفع واعلیٰ ہے علاوہ ازیں سیدنا حسین ؓ کو سبط پیغمبر اور پسر بتول وحیدر ہونے کے ساتھ ساتھ نسبت ابراہیمی بھی حاصل ہے۔ نیز شہادت امام حسین چونکہ سیرت رسول ﷺ کا ہی باب ہے اس لئے کائنات کی اسی منفرد اور یکتا قربانی کو ہی ذبح عظیم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ لہذا بڑی صداقت کے ساتھ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے ضمن میں جس ذبح عظیم کا فدیہ دیا گیا وہ ایک مینڈا نہ تھا بلکہ وہ لخت جگر مصطفےٰ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی قربانی تھی۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے اس حقیقت کو بڑے خوبصورت شعری قالب میں ڈھالا ہے۔

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر   معنئ ذبح عظیم آمد پسر

ذبح عظیم کے لئے نواسہ رسول ﷺ کا انتخاب کیوں؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذبح عظیم کا مصداق اگر امام حسین ہیں تو آپ کا تعلق حضور نبی اکرم ﷺ سے وہ نہیں جو سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ یعنی وہ باپ بیٹا تھے اور یہاں بیٹا تھے اور یہاں بیٹا نہیں بلکہ نواسہ رسول کا انتخاب ہو رہا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ذبح عظیم کا اعزاز حضور ﷺ کے حقیقی بیٹے کے حصے میں آتا۔ اس ممکنہ سوال کے کئی جوابات ہو سکتے ہیں سب سے پہلا جواب

تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کا کوئی بیٹا جوانی یا بلوغت کی عمر کو پہنچا ہی نہیں ایسا کیوں ہوا؟ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی جسکی طرف قرآن نے یوں رہنمائی فرمائی۔

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا○

(احزاب، ۳۳:۴۰)

محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں (یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے) اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جاننے والا ہے (اسے علم ہے کہ ختم رسالت اور ختم نبوت کا وقت آ گیا ہے۔)

یعنی اب وحی الٰہی کا دروازہ بند ہوتا ہے، حضور تاجدار کائنات ﷺ کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی نہیں۔ قرآن آسمانی ہدایت پر مشتمل آخری صحیفہ ہے جو قیامت تک اللہ کے بندوں کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔

اگر حضور ﷺ کا کوئی جوان بیٹا ہوتا؟

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، یہ نکتہ قابل غور ہے وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ انبیاء کی آخری کڑی ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس بات پر کیوں زور دیا کہ میرا رسول تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں یعنی یا وہ کسی جوان بیٹے کے باپ نہیں؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی جوان بیٹے کا باپ یا مخاطبین میں سے کسی مرد کا باپ ہونے والا شخص اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا مثلاً

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے رسول تھے اور جوان بیٹوں کے باپ بھی

ہیں۔حضرت اسحٰق اللہ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے والد گرامی بھی ہیں۔اس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام خود نبی ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے والد بھی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے پیغمبر اور حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے فرزند ارجمند۔

بنی اسرائیل میں نسل در نسل نبوت کا سلسلہ جاری رہا' پیغمبروں کی اولاد (بیٹے) بھی پیغمبر ہوئی۔تو پھر اللہ رب العزت نے کیوں فرمایا کہ میرا نبی ﷺ تم مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں' یا کسی جوان مرد کے باپ نہیں۔آخر اس میں کیا حکمت کارفرما ہے؟رسول ہونا کسی مرد کے باپ ہونے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدائے علیم وخبیر نے اس نکتے پر اس لئے زور دیا کہ حضور ﷺ خاتم النبین ہیں ۔وہ میرے آخری نبی ہیں اگر محمد ﷺ کسی مرد کے باپ ہوتے یعنی حضور ﷺ کا کوئی بیٹا ہوتا اور وہ جوان ہوتا تو دو صورتیں ممکن ہوتیں۔

۱۔ ایک یہ کہ وہ بیٹا بھی اللہ کا رسول یا نبی ہوتا جیسا کہ سابقہ انبیاء کے باب میں ہم نے دیکھا کہ اگر باپ نبی ہے تو بیٹے کو بھی خدا نے نبوت عطا کی۔

۲۔ دوسری صورت یہ تھی کہ بیٹا نبی نہ ہوتا یعنی دو ہی امکانات ممکن تھے پہلی صورت میں حضور ﷺ خاتم النبین نہ رہتے' بیٹا بھی جوان ہو کر نبی بنتا تو سلسلہ ختم نبوت مصطفیٰ ﷺ پر ختم نہ ہوتا اور یہ بات خدا کے فیصلے کے خلاف ہوتی اس لئے تو حضور ﷺ کو ختم نبوت کی صفت سے سرفراز کیا ہے۔ دوسری صورت میں اگر حضور ﷺ کا کوئی بیٹا جوان ہوتا اور نبی نہ بنتا تو دوسرے نبیوں کی امتیں طعنہ دیتیں کہ ہمارے نبی کا تو بیٹا بھی نبی تھا' ہمارے پیغمبر کا تو پوتا بھی پیغمبری کی صفت فاخرہ سے نوازا گیا' ہمارے پیغمبر ﷺ کی پوری نسل میں نبوت تھی۔کوئی اعتراض کرسکتا تھا کہ

حضور ﷺ کے پیروکارو! تمہارے پیغمبر کا تو بیٹا بھی ہوا لیکن اسے نبوت سے سرفراز نہ کیا گیا۔ اس اعتراض میں بظاہر دوسرے انبیاء کے مقابلے میں شان رسالت مآب ﷺ میں ایک طرح کی کمی آجاتی اور اس جہت سے دیگر انبیاء فضیلت لے جاتے لیکن اللہ رب العزت کو یہ بات منظور نہ تھی جس طرح اسے یہ منظور نہ تھا کہ آمنہ کے لال کے سر اقدس پر ختم نبوت کا تاج نہ سجایا جائے اسی طرح اسے یہ بھی گوارا نہ تھا کہ حضور ﷺ کا کوئی جوان بیٹا ہوا اور نبوت کی سعادت سے محروم رہے' ظاہراً ہی سہی خدا کو کسی حوالے سے بھی یہ بات منظور نہ تھی کہ کوئی پیغمبر فضیلت میں مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ جائے اس کی مثال یوں ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اے محبوب فرما دیں ان کافروں اور مشرکوں کو جو کبھی عیسیٰ کو میرا بیٹا سمجھتے ہیں اور کچھ عزیر کو میرا فرزند قرار دیتے ہیں۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَo

(الزخرف' ۴۳:۸۱)

آپ (ان احمقوں سے) کہیئے کہ اگر (خدائے) رحمٰن کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوں۔

مدعا یہ ہے کہ اگر کوئی اللہ کا بیٹا ہوتا تو میں اس کی عبادت نہ کرتا ؟ اللہ کی شان کا تقاضا ہوتا کہ اس کا بیٹا بھی الوہیت کا حامل ہوتا۔ اگر رب کا بیٹا ہو کر رب نہ بنتا تو اس کی فضیلت میں کمی آجاتی۔ لوگ طعنہ دیتے کہ خدا کا بیٹا ہو کر خدا نہ بن سکا۔ اسی طرح اگر (نعوذ باللہ) کوئی خدا کا بیٹا ہوتا اور وہ بھی الوہیت کے منصب میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہوتا تو ظاہر ہے باپ کے ساتھ خدائی میں شراکت دار ہوتا' اور یوں تصور توحید ختم ہو جاتا۔ اس لئے فرمایا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُo لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ o وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo

(الاخلاص، ۱۱۲)

(اے نبی مکرم) آپ فرما دیجئے وہ اللہ ہے جو یکتا ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے، سب کی پناہ اور سب پر فائق ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔

اللہ جل شانہ نے اس مختصر سورہ پاک میں عقیدہ توحید کی تمام جزئیات اور شرک کی ممکنہ شکلوں کو باطل قرار دیا، عقائد اسلامیہ کا یہ خوبصورت خلاصہ اپنے اعجاز و اختصار کے باوجود اتنا جاندار ہے کہ حضور ﷺ نے سورہ اخلاص کو قرآن کا تیسرا جزو قرار دیتے ہوئے فرمایا جس نے تین مرتبہ اس سورت کو پڑھا گویا اس نے پورا قرآن پڑھ لیا۔ (متفق علیہ)

حضور کے صاحبزادگان کی بچپن میں وفات کی حکمت

جس طرح اس سورہ مبارکہ میں بیان کئے جانے والے مضامین کا خلاصہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے، وہ بے نیاز ہے، اس کا کوئی بیٹا نہیں، اگر اس کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ بھی خدا ہوتا اور یہی یہ شرک ہوتا اور اس کی وحدانیت پر حرف آتا۔ توحید، توحید نہ رہتی۔ جس طرح توحید الوہیت نے رب کو بیٹے سے پاک رکھا اسی طرح شان ختم نبوت نے حضور ﷺ کو جوان بیٹے سے علیحدہ رکھا۔ اگر حضور ﷺ کا کوئی جوان بیٹا ہوتا تو وہ بھی پیغمبر ہوتا اور اگر پیغمبر نہ ہوتا تو (نعوذ باللہ) شان رسالت میں کمی آتی اور پیغمبر ہوتا تو ختم نبوت کی شان ختم ہو جاتی۔ حضور نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین نہ رہتے، حدیث پاک میں آتا ہے، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جو حضور نبی

اکرم ﷺ کے صاحبزادے تھے بچپن ہی میں وفات پا گئے لیکن ان کی عمر باقی صاحبزادگان حضرات سے نسبتاً زیادہ تھی۔

۱۔ ان کی وفات پر آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا:

عن ابن عباس قال لما مات ابراهيم ابن رسول الله ﷺ وقال ان له مرضعا فی الجنة ولو عاش لكان صديقا نبياً (سنن ابن ماجہ: ۱۰۸)	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو آپ ﷺ نے ان کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا ان کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی ہے اور اگر زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے۔

۲۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی انہی کے بارے میں کہتے ہیں۔

مات صغير ولو قضى ان يكون بعد محمد ﷺ نبی عاش ابنه ولكن لا نبی بعده (صحیح البخاری ۲:۹۱۴)	آپ (حضرت ابراہیم) صغر سنی میں وصال فرما گئے اور اگر یہ فیصلہ قدرت کا ہوتا کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے یہ صاحبزادے زندہ ہوتے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۳۔ اسی طرح مسند احمد میں روایت ہے:

عن السدی قال سمعت أنس بن مالک یقول لو عاش ابراھیم ابن النبی ﷺ لکان صدیقاً نبیاً.

(مسند احمد بن حنبل، ۳:۱۳۳)

حضرت سدی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتے تو وہ اللہ کا سچا نبی ہوتا۔

اس لئے اللہ رب العزت نے انہیں بچپن ہی میں اپنے پاس بلا لیا' انہوں نے موت کو قبول کر کے حضور ﷺ کی شان ختم نبوت کو زندہ رکھا۔ صحیح بخاری اور دیگر کتب صحاح کی روایات سے معلوم ہوا کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو حضور ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو زندہ رکھا جاتا۔ انہیں بچپن ہی میں موت کی آغوش میں اس لئے دے دیا گیا کیونکہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کو نہیں آنا تھا۔

باب ۲

فیض نبوت و ولایت کی بقاء کا الوہی نظام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو دعائیں مانگی تھیں ایک یہ کہ باری تعالیٰ میری ذریت سے خاتم الانبیاء پیدا فرما۔ دوسرے میری ذریت کو منصب امامت عطا کر چنانچہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی شکل میں نبی آخر الزماں تشریف لے آئے‘

حضور ﷺ پر نبوت ختم ہو جانے کے بعد اب یہ لازمی تقاضا تھا کہ حضور رحمت کونین ﷺ کی نبوت کا فیض اب امامت و ولایت کی شکل میں آگے چلے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں ولایت بھی آ گئی، حضور ﷺ کا اپنا صلبی بیٹا نہ تھا۔ سو اب نبوت مصطفیٰ ﷺ کا فیض اور امامت و ولایت مصطفوی کا مظہر تھا اسلئے ضروری تھا کہ یہ کسی مقدس اور محترم خاندان سے چلے۔ ایسے افراد سے چلے جو حضور رحمت عالم ﷺ کا صلبی بیٹا تو نہ ہو مگر ہو بھی جگر گوشہ رسول، چنانچہ اس منصب عظیم کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضور ﷺ کی لاڈلی بیٹی خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر قدرت کی نگاہ انتخاب پڑی۔

حضرت علیؓ اور حضرت سیدہ فاطمہؓ کی شادی کا آسمانی فیصلہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی رضا اور مشعیت سے یہ مقدس ہستیاں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئیں۔ حدیث پاک میں ہے:

عن عبدالله بن مسعود عن رسول الله ﷺ قال ان الله امرنی ان ازوج فاطمة من علی رضی الله عنهما

(المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۰:۱۵۶، ح:۱۰۳۰۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت فاطمہؓ کا حضرت علیؓ سے نکاح کرنے کا حکم دیا۔

تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا کہ علیؓ اور فاطمہؓ کی شادی کا فیصلہ آسمانوں پر ہو چکا تھا۔ یہ شادی امر الٰہی سے سرانجام پائی اس لئے کہ حضرت علیؓ سے ولایت مصطفیٰ کے سلسلے کو قائم ہونا تھا اور حضرت علیؓ کو تکمیل دعائے ابراہیمؑ کا ذریعہ بنانا تھا اسی مقصد کے لئے تاجدار کائنات ﷺ سے ان کی حضرت فاطمہؓ کے ذریعہ ایک اور

مضبوط اور پاکیزہ نسبت بھی قائم ہوئی۔ آئندہ صفحات میں ہم دو الگ الگ فصلوں میں ان دونوں مقدس ہستیوں کے فضائل و مناقب جو صحیح روایات سے ثابت ہیں اور اہل سنت والجماعت کے ہاں ان کی کتابوں میں درج ہیں کو بیان کریں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد اطہار جمہور اہل اسلام کے ہاں محترم و مکرم اور قابل عزت و تکریم ہیں یہ نہ تو کسی خاص فرقے کا مشرب و مسلک ہے اور نہ کسی کی خاص علامت ہے اور ایسا ہو بھی کیونکہ یہ خانوادہ نبوت ہے اور جملہ مسلمانوں کے ہاں معیار حق اور مرکز و محور ایمان و عمل ہے۔

فصل اول

فضائل مولائے کائنات رضی اللہ عنہ

خلیفہ چہارم حضرت علی مرتضی شیر خدا کرم اللہ وجہہ تحریک اسلامی کے عظیم قائد، نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے انتہائی معتبر ساتھی، جاں نثار مصطفیٰ اور داماد رسول تھے۔ آپ کی فضیلت کے باب میں ان گنت احادیث منقول ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

حضرت علیؓ کی صلب سے نبی کی ذریت

١. عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ عز و جل جعل ذریة کل نبی فی صلبہ و ان اللہ جعل ذریتی فی صلب علیؓ بن ابی طالبؓ رضی اللہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت اس کی صلب سے اجاری فرمائی اور میری ذریت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صلب سے چلے گی۔

١۔المعجم الکبیرلطبرانی ،٣: ٤٤ ، ح:٢٦٣٠
٢۔مجمع الزوائد'٩: ١٧٢
٣۔تاریخ بغداد'١: ٣١٧
٤۔کنزل العمال'١١: ٤٠٠' ح:٣٢٨٩٢
٥۔لسان المیزان'٣: ٤٢٩' ح:١٦٨٣
٦۔میزان الاعتدال'٢: ٥٨٦' ح:٤٩٥٤
٧۔العلل المتناہیة لابن جوزی'١: ٢١٠

حضرت علیؓ نبی کے قائم مقام

۲.عن سعد بن ابی وقاص قال خلف رسول اللہ علی بن ابی طالب فی غزوہ تبوک فقال یا رسول اللہ تخلفنی فی النساء والصبیان فقال اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ غیر انه لا نبی بعدی

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو غزوہ تبوک میں اپنا خلیفہ بنایا تو انہوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بنایا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ اس چیز پر راضی نہیں کہ آپ میرے لئے اس طرح بن جائیں جس طرح کہ ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قائم مقام تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

۱۔ صحیح مسلم، ۴: ۱۸۷۰۔۱۸۷۱، کتاب فضائل الصحابہ، باب ۴ من فضائل علی بن ابی طالبؓ ح: ۲۴۰۴

۲۔ صحیح البخاری، ۳: ۱۳۵۸، کتاب المناقب باب ۹ فضل الصحابہ ح: ۳۵۰۳

۳۔ صحیح البخاری، ۴: ۱۶۰۲، کتاب المغازی، باب ۷۴ غزوہ تبوک، ح: ۴۱۵۴

۴۔ سنن الترمذی، ۵: ۶۴۰۔۶۴۱، کتاب المناقب، باب ۳۰ مناقب علیؓ بن ابی طالب، ح: ۳۷۲۴، ۳۷۳۰، ۳۷۳۱

۵۔ سنن ابن ماجہ، ۱: ۴۲، المقدمہ، باب فضل علی بن ابی طالب ح: ۱۱۵

۶۔ المستدرک للحاکم، ۳: ۱۰۹، کتاب معرفة الصحابہ، باب ذکر بعض فضائل علیؓ

۷۔المعجم الکبیر لطبرانی، ۱:۱۴۶، ح:۳۲۸
۸۔المعجم الکبیر لطبرانی، ۱:۱۴۸، ح:۳۳۳، ۳۳۴
۹۔المعجم الکبیر لطبرانی، ۲:۲۴۷، ح:۲۰۳۶
۱۰۔المعجم الکبیر لطبرانی، ۵:۲۰۳، ح:۵۰۹۴، ۵۰۹۵
۱۱۔المعجم الکبیر، ۱۱:۶۱، ح:۱۱۰۸۷
۱۲۔مسند احمد بن حنبل، ۳:۳۲
۱۳۔مسند احمد بن حنبل، ۴: ۴۳۸
۱۴۔مسند احمد بن حنبل، ۳: ۳۳۸
۱۵۔مسند ابی یعلی، ۱:۲۸۶، ح:۳۴۵
۱۶۔مسند ابی یعلی، ۲: ۵۷، ح:۶۹۸
۱۷۔مسند ابی یعلی، ۲:۶۶، ح:۷۰۹
۱۸۔مسند ابی یعلی، ۲:۷۳، ح:۷۱۸
۱۹۔مسند ابی یعلی، ۲:۸۶، ح:۷۳۸، ۷۳۹
۲۰۔مسند ابی یعلی، ۲:۹۹، ح:۷۵۵
۲۔مصنف عبدالرزاق، ۱۱:۲۲۶، ح: ۲۰۳۹۰، باب اصحاب النبی ﷺ
۲۔مجمع الزوائد، ۹:۱۰۹، باب منزلۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۔سنن ابن ماجہ، ۱:۴۲۔۴۳۔المقدمہ، باب ۱۱ فضل علی بن ابی طالب ؓ ح:۱۱۵

امام ترمذی نے اس حدیث پاک کو حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے اور اس کے رجال اور سند کو ثقہ کہا ہے۔

۱۔امام ابو یعلی اور امام طبرانی نے جو حدیث ام سلمہ سے روایت کی ہے اسکی اسناد ثقہ ہے۔

۲۔امام بزاراور امام طبرانی نے جو حدیث ابن عباس سے روایت کی ہے اسکی اسناد بھی ثقہ ہے۔

۳۔امام طبرانی نے حضرت زبیر سے جو روایت کی ہے اسکے رجال کی اسناد بھی ثقہ ہے۔

۳.عن زید بن ارقم قال کانت فلنفر من اصحاب رسول اللهﷺ ابواب شارعة فی المسجد فقال یوماً سدوا هذه الابواب الاباب علی قال فتکلم فی ذالک ناس فقام رسول الله ﷺ فحمد الله و اثنی علیه ثم قال اما بعد فانی امرت بسد هذه الابواب غیر باب علی فقال فیه قائلکم والله ماسددت شیئا ولا فتحته ولکن امرت شی فاتبعته

(المستدرک للحاکم، ۳:۱۲۵)

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ اصحاب رسولﷺ میں سے بعض کے گھروں کے دروازے مسجد نبوی (کے صحن) کی طرف کھلتے تھے ایک دن حضور نبی اکرمﷺ نے فرمایا ان تمام دروازوں کو بند کردو سوائے باب علی کے، راوی کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے چہ می گوئیاں کیں اس پر حضور نبی اکرمﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: حمد وثناء کے بعد فرمایا مجھے باب علی کے سوا ان تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے پس تم میں سے کسی نے اس بات پر اعتراض کیا ہے خدا کی قسم نہ میں کسی چیز کو کھولتا اور نہ

بند کرتا ہوں مگر یہ کہ مجھے اس چیز کے کرنے کا حکم دیا جاتا ہے پس میں اس (حکم خداوندی) کی اتباع کرتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں وہی فیصلے کرتا ہوں جن کا مجھے حکم دیا جاتا ہے۔

حکمت اس میں یہ تھی کہ جب کسی پر غسل واجب ہوگا اور وہ غسل کے لئے گھر سے نکلے گا تو ایسی حالت میں مسجد نبوی میں قدم رکھے گا اور مسجد کا تقدس مجروح ہوگا، غسل واجب ہو تو صرف دو افراد مسجد میں قدم رکھ سکتے ہیں ایک محمد مصطفیٰ ﷺ اور دوسرے علی مرتضیٰ ؓ۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

۴. عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ لعلی یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی هذا المسجد غیری و غیرک

حضرت ابوسعید حذری ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علی ؓ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی میرے اور تمہارے سوا کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس مسجد (نبوی) میں حالت جنابت میں رکھے۔

یہ اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضور نبی رحمت ﷺ کے جسم اطہر اور روح اقدس سے ظاہری بھی اور باطنی بھی ایک خاص تعلق قائم ہو چکا تھا۔

اس حدیث کو جن اجل ائمہ کرام نے اپنی کتب میں روایت کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مسند ابی یعلیٰ، ۲:۳۱۱، ح:۱۰۴۲

۲۔ مجمع الزوائد، ۹:۱۱۵

۳۔المعجم الکبیر الطبرانی، ۲:۲۴۶، ح:۲۰۳۱

۴۔مسند احمد بن حنبل، ۱:۱۷۵

۵۔مسند احمد بن حنبل، ۱:۳۳۱

۶۔مسند احمد بن حنبل، ۲:۲۶

۷۔مسند احمد بن حنبل، ۴:۳۶۹

۸۔کنز العمال، ۱۱:۵۹۸، فضائل علیؓ رقم حدیث:۳۲۸۷۷

منافق کی نشانی

حدیث میں آتا ہے:

۵.عن زر قال قال علی والذی فلق الحبة و برالنسمة انه لعهد النبی ﷺ الی ان لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق

(صحیح مسلم، ۱:۶۰)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ چیرا اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔

حضرت علی شیر خدا نے فرمایا کہ حضور رحمت عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ علی! مجھے اس رب کی قسم ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا کہ سوائے مومن کے تجھ سے کوئی محبت نہیں کر سکتا اور سوائے منافق کے کوئی تجھ سے بغض نہیں رکھ سکتا۔

۶۔ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

كان رسول الله ﷺ يقول لا يحب عليا منافق ولا يبغضه مومن

(جامع الترمذی، ۲:۲۱۳)

حضور ﷺ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ کوئی منافق علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں کرسکتا اور کوئی مومن علی رضی اللہ عنہ سے بغض نہیں رکھ سکتا۔

ہم نے ان فرامین رسول کو بھلا دیا ہے، ہم نے خود کو شیعہ سنی کے خانوں میں تقسیم کررکھا ہے، ہم اپنے آنگنوں میں نفرت کی دیواریں تعمیر کررہے ہیں حالانکہ شیعہ سنی جنگ کا کوئی جواز ہی نہیں۔ علمی اختلافات کو علمی دائرے میں ہی رہنا چاہئے، انہیں نفرت کی بنیاد نہیں بننا چاہئے، مسجدیں اور امام بارگاہیں مقتلوں میں تبدیل ہورہی ہیں مسلک کے نام پر قتل و غارتگری کا بازار گرم ہے، بھائی بھائی کا خون بہا رہا ہے اب نفرت اور کدورت کی دیواروں کو گر جانا چاہئے، ہر طرف اخوت اور محبت کے چراغ جلنے چاہئیں، حقیقت ایمان کو سمجھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ تاجدار کائنات ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ کی زبانی رسول خدا ﷺ کے اس فرمان سے بڑھ کر بڑی شہادت اور کیا ہوتی ۔ چنانچہ حق و باطل کے درمیان یہی کیفیت صحابہ کرام کا معیار تھی۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ جتنی احادیث روایت کی گئی ہیں پاکی جائیں گی سب صحاح ستہ اور اہل سنت کی دیگر کتب احادیث سے لی گئی ہیں یہ اس لئے تاکہ معلوم ہو کہ شیعہ اور سنی بھائیوں کے درمیان اختلافات کی جو خلیج حائل کر دی گئی ہے وہ سراسر بے بنیاد ہے فکری مغالطّوں اور غلط فہمیوں کے سوا ان میں کچھ بھی نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

۷.عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال ان کنا لنعرف المنافقین نحن معشر الانصار ببغضھم علی ابن طالب

(جامع الترمذی،۲ ،۲۱۳)

حضرت ابوسعید حذریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ انصار میں سے ہیں۔ہم منافقوں کو حضرت علیؓ کے ساتھ بغض وعداوت کی وجہ سے پہچانتے ہیں۔

فرمایا کہ اپنے دور میں ہمیں اگر کسی منافق کی پہچان کرتی ہوتی تو یہ پہچان حضرت علیؓ کے بغض سے کرلیتے جس کے دل میں حضرت علی شیر خداؓ کا بغض ہوتا صحابہؓ پہچان لیتے کہ وہ منافق ہے اس لئے کہ صحابہؓ بھی جانتے تھے کہ ولایت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے چلے گا۔اس مفہوم کی دیگر روایات مندرجہ ذیل کتب میں بھی منقول ہیں۔

۱۔سنن نسائی، ۸: ۱۱۶، کتاب الایمان، باب علامۃ الایمان

۲۔سنن نسائی، ۸: ۱۱۷، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق

۳۔سنن ابن ماجہ،۱:۴۲، المقدمہ، فضل علیؓ بن ابی طالبؓ ح:۱۳۱

۴۔مسند احمد بن حنبل، ۱:۸۴، ۹۵، ۱۲۸

۵۔مسند ابی یعلی، ۱:۲۵۱، ح:۲۹۱

۶۔مسند الحمیدی، ۱:۳۱، ح:۵۸

۷۔المعجم الاوسط لطبرانی، ۳:۸۹، ح:۲۱۷۷

۸۔مسند ابی یعلی، ۳:۱۷۹، ح:۱۶۰۲

۹۔مجمع الزوائد، ۹:۱۳۲

۱۰۔مسند احمد بن حنبل، ۶:۲۹۲

علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں

۸۔ بخاری شریف میں حضرت براءؓ کی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

انت منی و انا منک

(صحیح البخاری، ۲: ۶۱۰)

اے علی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

فرمایا تاجدار کائنات ﷺ نے کہ علی! اعلان کردو کہ دنیا والے جان لیں کہ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، حضرت امام حسینؓ کے بارے میں یہ روایت عام ہے:

عن یعلی بن مرة قال قال رسول الله ﷺ حسین منی و انا من حسین، احب الله من احب حسینا حسین سبط من الاسباط

(جامع الترمذی، ۲: ۲۹)

حضرت یعلی بن مرۃ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جس نے حسین سے محبت کی حسین نواسوں میں ایک نواسا ہے۔

جبکہ مذکورہ بالا روایت میں یہی بات حضرت علی کے بارے میں ارشاد فرمائی میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے۔ اب تو غلط فہمیوں کا گرد و غبار چھٹ جانا چاہئے، محبت کی ایک نئی صبح کا سورج طلوع ہونا چاہئے، مسالک کو ختم کرنا ممکن نہیں لیکن مسالک کے نام پر نفرتوں کی تقسیم کا کاروبار تو بند ہونا چاہئے، حدیث مذکورہ کا مطلب ہے کہ علی! تو میرا مظہر ہے اور میں تیرا مظہر ہوں، تیرا صدور مجھ سے ہے اور میرا ظہور تجھ سے ہے۔ دیگر بہت سے ائمہ حدیث نے بھی اس مفہوم کی روایات بیان کی ہیں

مثلاً۔

۱۔سنن الترمذی، ۵:۶۳۵، کتاب المناقب، باب ۲۱، ح:۳۷۱۶

۲۔المستدرک للحاکم، ۳:۱۱۰، ۱۱۱، ۱۲۰

۳۔المعجم الکبیر لطبرانی، ۱:۳۱۸، ح:۹۴۱

۴۔المعجم الکبیر للطبرانی، ۴:۱۶، ح:۱۲، ۱۳، ۳۵۱۱

۵۔مسند احمد بن حنبل، ۴:۴۳۸

علی کرم اللہ وجھہ شہر علم وحکمت کا دروازہ

ایک حدیث عام ہے کہ تاجدار کائنات حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ مکمل حدیث یوں ہے:

۹.عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انه قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینة العلم و علی بابها فمن اراد العلم فلیات الباب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں پس جو کوئی علم کا ارادہ کرے وہ دروازے کے پاس آئے۔

۱۔المعجم الکبیر لطبرانی، ۱۱:۵۵

۲۔مستدرک للحاکم، ۳:۱۲۶۔۱۲۷، رح:۱۱۰۶۱

۳۔مجمع الزوائد، ۹:۱۱۴

حدیث پاک کا دوسرا حصہ کہ پس جو کوئی علم کا ارادہ کرے وہ دروازے کے پاس آئے، بہت کم بیان کیا جاتا ہے۔ ارشاد کا مدعا یہ ہے کہ جس کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم درکار ہے وہ علی کے دروازے پر آئے یہ در چھوڑ کر کوئی علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دہلیز کو

نہیں پا سکتا۔

۱۰۔اسی طرح ایک روایت ہے کہ:

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انا دارالحکمۃ و علی بابھا	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

۱۔جامع الترمذی، ۵:۶۳۷، کتاب المناقب باب ۲۱

۲۔کنزالعمال، ۱۳، ۱۴۷، ح:۳۶۴۶۲

علی کا ذکر عبادت ہے

اصحاب رسول اخوت و محبت کے لازوال رشتے میں بندھے ہوئے تھے، یہ عظیم انسان حضور کے براہ راست تربیت یافتہ تھے ان کی شخصیت کی تعمیر اور کرداری کی تشکیل خود معلم اعظم حضور سرور کونین ﷺ نے فرمائی تھی، حکمت اور دانائی حضور ﷺ کے صحابہ کرام کے گھر کی باندی تھی، ایثار و قربانی کا جذبہ ان کے رگ و پے میں موجزن تھا۔ مواخات مدینہ کی فضا سے اصحاب رسول کبھی باہر نہ آ سکے یہ فضا اخوت و محبت کی فضا تھی، بھائی چارے کی فضا تھی۔ محبت کی خوشبو ہر طرف ابر کرم کی طرح برس رہی تھی، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار میں کوئی فرق نہ تھا۔ اعتماد اور احترام کے سرچشمے سب کی روحوں کو سیراب کر رہے تھے اور عملاً ثابت ہو رہا تھا کہ فکری اور نظریاتی رشتے خون کے رشتوں سے زیادہ مستحکم اور پائیدار ہوتے ہیں۔ غلط فہمیوں پر مبنی تفریق و دوری کی خودساختہ کہانیاں بعد میں تخلیق کی گئیں۔ جنگ جمل کے تلخ واقع کو ذھن میں رکھتے ہوئے عام طور پر بعض کوتاہ اندیش یہ سمجھتے ہیں کہ ام المؤمنین

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہا لکریم کے درمیان بغض وعداوت کی بلند وبالا دیواریں قائم رہیں، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، جنگ جمل کے اسباب کچھ اور تھے جو اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہیں لیکن ان دونوں عظیم ہستیوں میں مخاصمت کے افسانے تراشنے والوں کو اس روایت پر غور کرنا چاہیے۔

۱۱. عن عائشه انه قال ذکر علی عبادة	حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا حضرت علی کا ذکر عبادت ہے۔

۱۔ فردوس الاخبار للدیلمی، ۲:۳۶۷، ح:۲۹۷۴

۲۔ کنزالعمال، ۱۱:۶۰۱، ح:۳۲۸۹۴

گھر میں تاجدار کائنات ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی تیسرا شخص موجود نہ تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تنہا فرمان رسول ﷺ سن رہی تھیں اگر چاہتیں تو باہر کسی سے بیان نہ کرتیں۔ دل میں (خدانخواستہ) کھوٹ یا میل ہوتا تو چپ سادھ لیتیں اور یہ حدیث چھپا لیتیں کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے۔ لیکن بلاکم وکاست فرمان رسول نقل کر دیا کیونکہ حقیقت چھپا کر رکھنا منافقت کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار کو بغض ومنافقت جیسی روحانی بیماریوں سے کلیتًا صاف فرمایا تھا۔

اللہ کی عزت کی قسم اگر کسی کی ساری رات حب علی میں علی علی کرتے گزر گئی تو خدا کے حضور یہ ورد عبادت میں شمار ہوگا کیونکہ رحمت عالم ﷺ کے بیان کے مطابق علی کا ذکر عبادت ہے۔

چہرہ علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا بھی عبادت

۱۲۔اسی طرح ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی روایت کرتی ہیں۔

كان ابوبكر يكثر النظر الى وجه على فساله عائشة فقال سمعت رسول الله ﷺ النظر الى وجه على عبادة

(الصواعق المحرقہ، ۱۷۷)

حضرت ابوبکر صدیقؓ بڑی کثرت کے ساتھ حضرت علیؓ کے چہرے کو دیکھتے رہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ حضرت علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

۱۳۔اسی طرح ایک اور روایت ہے:

عن عبدالله عن النبى ﷺ قال النظر الى وجه على عبادة

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

۱۔المستدرک للحاکم، ۳:۱۴۱۔۱۴۲

۲۔المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۰:۷۷، ح، ۳۲۸۹۵

۳۔فردوس الاخبار للدیلمی، ۵:۴۲، ح:۱۷۱۷

۴۔کنز العمال، ۱۱:۶۰، ح:۳۲۸۹۵

۵۔مجمع الزوائد، ۹:۱۱۱، ۱۱۹

یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علی کے چہرے کو دیکھنا

عبادت ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت علی شیر خدا کا ذکر جمیل بھی عبادت ہے پھر ابوبکر کے ماننے والوں اور حضرت علی کے پیروکاروں میں یہ دوریاں کیوں؟ یہ فاصلے کیوں؟ علی کو ماننے والو! تم ابوبکر کو ماننے والوں سے دور کیوں ہوگئے ہو؟

ان مقدس ہستیوں میں کوئی مغائرت اور دوری نہیں تھی وہ تو ایک ہی مشعل کی نورانی کرنیں تھیں مگر آج مسلمانوں نے خودساختہ ترجیحات نکال نکال کر کئی گروہ تشکیل دے رکھے ہیں اور آئے روز ان کے درمیان خون ریزی کا بازار گرم رہتا ہے۔

اے گرفتارِ ابوبکر و علی ہوشیار باش

حضرت علی رضی اللہ عنہ مولائے کائنات

چونکہ ولایت مصطفیٰ ﷺ کا فیض حضرت علی سے چلنا تھا اور ''ذبح عظیم'' حسین کو ہونا تھا اس لئے ضروری تھا کہ ولایت مصطفیٰ ﷺ، ولایت علی شیر خدا بن جائے اور ولایت علی شیر خدا ولایت مصطفیٰ ﷺ تصور کی جائے۔ روایت کے آئینہ خانے میں ایک اور عکس ابھرتا ہے غبار نفاق چھٹ جاتا ہے اور حقائق کا چہرہ مزید اجلا ہو جاتا ہے:

۱- عن رياح بن الحرث قال جاء رهط الى على بالرحبط فقالوا السلام عليكم يا مولانا قال كيف اكون مولا كم و	حضرت ریاح بن حرث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک گروہ حضرت علی کے پاس رحبط کے مقام پر آیا انہوں نے کہا اے ہمارے مولا تجھ پر سلام ہو آپ نے

انتم قوم عرب قالوا سمعنا رسول اللهﷺ یو غدیرخم یقول من کنت مولاہ فان ھذا مولاہ

(مسند احمد بن حنبل، ۵: ۴۱۹)

فرمایا میں کیسے تمہارا مولا ہوں جبکہ تم عرب قوم ہو انہوں نے کہا کہ ہم نے ''غدیرخم'' کے مقام پر حضور نبی کریمﷺ سے سنا ہے کہ جس کا میں ولی ہوں اس کا یہ (علی) مولا ہے۔

حضور نبی کریمﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا کہ جس کا میں ولی ہوں علی اس کا مولا ہے۔

۱۵۔ ایک دوسرے مقام پر آتا ہے:

عن زید بن ارقم عن النبیﷺ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ

(جامع الترمذی، ۲: ۲۱۳)

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا میں جس کا مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

پہلے تاجدار عرب وعجم نے فرمایا کہ جس کا میں ولی ہوں علی اس کا مولا ہے پھر فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے۔ نبی ہونے اور نبی کا امتی ہونے کا فرق رہتا ہے لیکن دوئی کا ہر تصور مٹ جاتا ہے اس لئے کہ باطل دوئی پسند اور حق لا شریک ہے۔ پھر حضورﷺ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور فرمایا میرے اللہ جو علی کو ولی جانے تو اس کا ولی بن جا یعنی جو علی سے دوستی کرے تو بھی اس کا دوست بن جا اور جو علی سے دشمنی کرے تو بھی اس کا دشمن ہو جا، جو علی کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر اور جو علی کے ساتھ ہے تو بھی اس کے ساتھ ہو جا، ذیل میں متعلقہ حدیث پاک درج کی جارہی ہے:

١٦.عن عمرو بن ذی مرو زید بن أرقم قالا خطب رسول اللهﷺ یوم غدیر خم فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عادہ وانصرمن نصرہ و اعن من اعانه

المعجم الکبیر للطبرانی، ۴:۱۷، ح:۳۵۱۴

حضرت عمرو بن ذی مرو اور حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریمﷺ نے یوم غدیر خم کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا کہ جس کا میں ولی ہوں علی اس کے ولی ہیں۔''اے اللہ تو اس سے الفت رکھ جو علی سے الفت رکھتا ہے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھتا ہے اور تو اس کی مدد کر جو اس کی مدد کرتا ہے اور اس کی اعانت کر جو علی کی اعانت کرتا ہے۔''

گویا حضرت علی کے چہرہ انور کو دیکھتے رہنا بھی عبادت، ان کا ذکر بھی عبادت، حضور فرماتے ہیں کہ علی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں ارشاد ہوا کہ جس کا ولی میں ہوں علی اس کا مولا ہے پھر ارشاد ہوا کہ جس کا میں مولا علی بھی اس کا مولا اور یہ کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ، علم کا حصول اگر چاہتے ہو تو علی کے دروازے پر آ جاؤ اور دوستی اور دشمنی کا معیار بھی علی ٹھہرے۔

١٧.عن ابی طفیل قال جمع علیؓ الناس فی الرحبة ثم قال لھم انشد اللہ کل امرئی مسلم سمع رسول اللہﷺ یقول

حضرت ابی طفیلؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس رحبہ کے مقام پر بہت سارے لوگ جمع تھے ان میں سے ہر ایک نے قسم کھا کر کہا کہ

یوم غدیرخم ماسمع لما قام فقام ثلاثون من الناس و قال ابو نعیم فقام ناس کثیر فشهدوا حین اخذ بیده فقال للناس اتعلمون انی اولی بالمومنین من انفسهم قالوا نعم یا رسول الله قال من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ

(مسند احمد بن حنبل، ۴: ۳۷۰)

ہم میں سے ہر شخص نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے غدیرخم کے موقع پر خطاب فرمایا جس کو وہاں کھڑے ہوئے تیس آدمیوں نے سنا۔ ابو نعیم نے کہا کہ بہت سارے لوگ جمع تھے انہوں نے گواہی دی کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے فرمایا کہ کیا تم جانتے نہیں کہ میں مومنین کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا میں ولی ہوں اس کا علی ولی ہے اے اللہ تو بھی الفت رکھ جو اس سے الفت رکھتا ہے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس کے ساتھ عداوت رکھتا ہے۔

اصحاب بدر کی گواہی

روایات میں مذکور ہے کہ ان تیس صحابہ میں اصحاب بدر بھی موجود تھے غزوہ بدر میں شریک ہونے والوں نے بھی گواہی دی کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا اور ہم

نے سنا تھا اور دیکھا کہ حضورﷺ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر اونچا کیا اور ہم سب سے کہا تھا کہ مسلمانو! کیا تم نہیں جانتے کہ میں مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر ہوں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا سچ فرمایا یا رسول اللہﷺ آپ نے، آپ ہم سب کی جانوں کے بھی قریب تر ہیں، فرمایا مجھے عزیز رکھنے والو سنو! میں اس کا عزیز ہوں جو علی کو عزیز رکھتا ہے جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے، اے مالک! تو بھی اس کا ولی بن جا جو علی کو ولی جانے۔

۱۸. عن زياد بن ابی زياد سمعت علی بن ابی طالب ينشد الناس فقال انشد الله رجلا مسلما سمع رسول اللهﷺ يقول يوم غدير خم ما قال فقام اثنا عشر بدر يا فشهدوا

(مسند احمد بن حنبل، ۱:۸۸)

حضرت زیاد بن ابی زیاد نے حضرت علی سے سنا کہ جو لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے غدیر خم کے موقع پر حضور نبی کریمﷺ سے سنا وہ سچ ہے اور اس چیز کی بارہ بدری صحابہ نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔

اس حدیث کو روایت کرنے والوں میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت مالک بن حویرث، ابو سعید خدری، حضرت عمار بن یاسر، حضرت براء بن عازب، عمر بن سعد، عبداللہ ابن مسعود، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

جو شخص ولایت علی کا منکر ہے وہ نبوت مصطفیٰﷺ کا منکر ہے، جو فیض علی کا منکر ہے وہ فیض مصطفیٰﷺ کا بھی منکر ہے جو نسبت علی کا منکر ہے، وہ نسبت مصطفیٰ

ﷺ کا منکر ہے، جو قربت علی کا باغی ہے وہ قربت رسول ﷺ کا باغی ہے، جو حب علی کا باغی ہے وہ حب مصطفیٰ ﷺ کا بھی باغی ہے اور جو مصطفیٰ ﷺ کا باغی ہے وہ خدا کا باغی ہے۔

۱۹۔فرمایا رسول محتشم نے:

عن عمار بن یاسر قال قال رسول الله ﷺ اوصی من آمن بی وصدقنی بو لایة علی بن ابی طالب من تولاہ فقدتولانی ومن تولانی فقد تولی الله عزوجل ومن احبه فقد اجنی

حضرت عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری نبوت کی تصدیق کی میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ علی کی ولایت کو مانے جس نے علی کی ولایت کو مانا اس نے میری ولایت کو مانا اور جس نے میری ولایت کو مانا اس نے اللہ عزوجل کی ولایت کو مانا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص قیامت تک مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری نبوت کی تصدیق کی میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ علی کی ولایت کو مانے۔علی وصیت مصطفیٰ ﷺ ہے، ولایت علی وصیت مصطفیٰ ﷺ ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے علی کی ولایت کو مانا اس نے میری ولایت کو مانا جس نے میری ولایت کو مانا اس نے اللہ کی ولایت کو مانا، جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی ۔جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی، جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

۲۰. ومن احبنی فقد احب الله تعالی ومن ابغضه فقد ابغضی ومن ابغضی فقد ابغض الله عزوجل

(مجمع الزوائد، ۹:۱۰۹)

اور جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

اسی مفہوم کی دیگر روایات مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کریں۔

۱۔ مسند احمد بن حنبل، ۱:۸۴

۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۱:۱۱۹

۳۔ مسند احمد بن حنبل، ۴:۳۷۰

۴۔ ابن ماجہ المقدمہ: ۴۳، باب ا افضل علی ابن ابی طالب، ح: ۱۱۶

۵۔ المعجم الکبری للطبرانی، ۲:۳۵۷، ح: ۲۵۰۵

۶۔ المعجم الکبری للطبرانی، ۴: ۱۷۳، ح ۴۰۵۲

۷۔ المعجم الکبری للطبرانی، ۴:۱۷۴، ح: ۴۰۵۳

۸۔ المعجم الکبری للطبرانی، ۵:۱۹۲، ح: ۴۰۵۹

۹۔ المعجم الاوسط لطبرانی، ۳:۶۹، ح: ۲۱۳۱

۱۰۔ المعجم الکبری الاوسط لطبرانی، ۳:۱۰۰، ح: ۲۲۰۴

۱۱۔ المعجم الصغیر ۱:۶۴۔

۱۲۔ مسند ابی یعلی، ۱:۴۲۸، ۴۲۹، ح: ۵۶۷

۱۳۔ مسند ابی یعلی، ۲:۸۰۔۸۱، ح: ۴۵۸

۱۴۔ مسند ابی یعلی، ۲:۸۷، ح: ۴۶۴

۱۵۔ مسند ابی یعلی، ۲: ۱۰۵، ح: ۴۷۹
۱۶۔ مسند ابی یعلی، ۲: ۱۰۵، ح: ۴۸۰
۱۷۔ مسند ابی یعلی، ۲: ۲۷۴، ح: ۴۵۴
۱۸۔ مسند ابی یعلی، ۳: ۱۳۹، ح: ۹۳۷
۱۹۔ کنز العمال، ۱۳: ۱۵۴، ح: ۳۶۴۸
۲۰۔ کنز العمال، ۱۳: ۱۵۷، ح: ۳۶۴۸۶
۲۱۔ کنز العمال، ۱۳: ۱۵۸، ح: ۳۶۴۸۷
۲۲۔ مجمع الزوائد، ۹: ۱۰۶، ۱۰۷
۲۳۔ موارد الظمآن، ۵۴۴، ح: ۲۲۰۵

بغض علی رضی اللہ عنہ بغض خدا ہے

۲۱۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ملاحظہ فرمائیں:

عن ام سلمه قالت اشهد انی سمعت رسول الله ﷺ يقول من احب عليا فقد احبنی ومن احبنی فقد احب الله ومن ابغض عليا فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض الله

(ایضاً: ۲: ۱۳۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے

علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا تحقیق اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

دونوں جہانوں کے سید

۲۲.عن ابن عباس رضی الله عنهما قال نظر النبی ﷺ الی علی فقال یا علی انت سید فی الدنیا سید فی الاخره حبیبک حبیبی و حبیبی حبیب الله وعدوک عدوی و عدوی عدوالله والویل لمن ابغضک بعدی

(المستدرک للحاکم، ۳:۱۲۸)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا اے علی تو دنیا میں بھی سید ہے اور آخرت میں بھی سید ہے، جو تیرا حبیب (دوست) ہے وہ میرا حبیب ہے اور جو میرا حبیب ہے وہ اللہ کا حبیب ہے، جو تیرا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو میرا دشمن ہے وہ اللہ کا دشمن ہے اور بربادی ہے اس شخص کیلئے جو میرے بعد تجھ سے بغض رکھے

بڑی واضح حدیث ہے فرمایا علی تو دنیا میں بھی سید ہے اور آخرت میں بھی سید ہے تیرا حبیب میرا حبیب ہے اور میرا حبیب خدا کا حبیب، تیرا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن خدا کا دشمن، آقائے دوجہاں ﷺ ولایت علی کو ولایت مصطفیٰ ﷺ قرار دے رہے ہیں۔سوال پیدا ہوتا ہے کیوں؟ یہ حدیث اس کی وضاحت کر رہی ہے۔مسند احمد بن حنبل میں حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک موقع پر حضرت علیؓ کے بارے میں تکرار کے ساتھ فرمایا:

۲۳. فانه منی و انا منه وهو ولیکم بعدی

علی مجھ سے ہے میں علی سے ہوں میرے بعد وہ تمہارا ولی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، ۵: ۳۵۶)

۲۴ اور حضرت جابرؓ سے حضرت عائشہؓ کی روایت بھی ملاحظہ ہو وہ فرماتے ہیں کہ:

قال قال رسول الله ﷺ ادعوا لی سید العرب فقالت عائشةؓ الست سید العرب یا رسول الله فقال انا سید ولد آدم و علی سید العرب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عرب کے سردار کو میرے پاس بلاؤ۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ کیا آپ عرب کے سردار نہیں ہیں یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور علیؓ عرب کے سردار ہیں۔

۱۔ مستدرک للحاکم، ۳: ۱۲۴

۲۔ مجمع الزوائد، ۹: ۱۱۶

۳۔ کنز العمال، ۱۱: ۶۱۹

غوثیت سے قطبیت تک وسیلہ جلیلہ

ولایت علی کے فیض کے بغیر نہ کوئی ابدال بن سکا اور نہ کوئی قطب ہو سکا۔

ولایت علی کے بغیر نہ کسی کو غوثیت ملی اور نہ کسی کو ولایت، حضرت غوث الاعظم جو غوث بنے وہ بھی ولایت علی کے صدقے میں بنے، امامت، غوثیت، قطبیت، ابدالیت سب کچھ ولایت علی ہے، اس لئے آقائے کائنات ﷺ نے فرمایا۔

۲۵. عن أم سلمه قالت سمعت رسول الله ﷺ یقول

حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ

من سب علیا فقد سبنی
(مسند احمد بن حنبل، ۶: ۳۲۳)
(المستدرک للحاکم، ۳: ۱۲۱)

آپ ﷺ نے فرمایا جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھ کو گالی دی۔

اس سے بڑھ کر دوئی کی نفی کیا ہوگی اور اب اس سے بڑھ کر اپنائیت کا اظہار کیا ہوگا کہ تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا جس نے علی کو گالی دی وہ علی کو نہیں مجھے دی۔

طبرانی اور بزار میں حضرت سلمان سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا

۲۶. محبک محبی و مبغضک مبغضی
المعجم الکبیر للطبرانی، ۶: ۲۳۹، رقم حدیث: ۶۰۹۷

علی تجھ سے محبت کرنے والا میرا محبّ ہے اور تجھ سے بغض رکھنے والا مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔

حدیث پاک اپنی تشریح آپ ہے۔ اور پر ہم نے اس حوالے سے سیدنا علی کے جو فضائل علیؓ بیان کئے ہیں وہ محض استشہاد ہیں ورنہ حضرت علی کو رب کائنات اور رسول کائنات نے جر فضیلتیں عطا کیں ان کا احاطہ ممکن نہیں۔

اطاعت علی اطاعت خدا کی ضمانت

۲۷. عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی فقد عصی اللہ و من

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی

اطاع علیا فقد اطاعنی ومن عصی علیاً فقد عصانی

المستدرک للحاکم، ۳:۱۲۱

کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے (حضرت) علی کی اطاعت کی تحقیق اس نے میری اطاعت کی اور جس نے (حضرت) علی کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

حضور نبی اکرم ﷺ علی کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی بتا رہے ہیں۔ مدعا یہ تھا کہ یہ بات طے پا جائے اور اس میں کوئی ابہام نہ رہے کہ ولایت مصطفےٰ ﷺ کا فیض حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چلا ہے اور علی کی اطاعت چونکہ رسول کی اطاعت ہے اور رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کی ضامن ہے لہذا علی کی اطاعت اطاعت الٰہی کا ذریعہ ہے۔

قرآن اور علی کرم اللہ وجھہ رضی اللہ عنہ

۲۸۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

علی مع القرآن والقرآن مع علی لن یتفر قاحتی یر دا علی الحوض

(ایضاً، ۱۲۴)

علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے یہ دونوں (اس طرح جڑے رہیں گے اور) جدا نہیں ہوں گے حتی کہ حوض کوثر پر مل کر میرے پاس آئیں گے۔

یہ کہہ کر بات ختم کر دی علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ، قرآن اللہ رب العزت کی آخری الہامی کتاب ہے۔ حضور ﷺ کو چلتا پھرتا قرآن کہا جاتا ہے اوپر ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ اپنی ذات سے علی رضی اللہ عنہ کی ذات کو جدا نہیں

کرتے۔ یہاں قرآن سے علی کے تعلق کی بھی وضاحت فرمائی کہ قرآن و علی اس طرح جڑے ہوتے ہیں کہ روز جزا بھی یہ تعلق ٹوٹنے نہ پائے گا اور علی اور قرآن اسی حالت میں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے۔

قرابت دارانِ رسول ہاشمی

۲۹۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

ولما نزلت هذه الاية ندع ابناءنا و ابناء كم دعا رسول الله ﷺ عليا و فاطمة و حسناً و حسيناً فقال اللهم هؤلاء اهلی

(الصحیح لمسلم، ۲:۲۷۸)

جب یہ آیت (مباھلہ) کہ ''ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلا لیتے ہیں'' نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عیسائیوں کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کہ ا۔ ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو لاؤ۔ ۲۔ ہم اپنی ازواج کو لاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ ۔ بیٹوں کو لانے کا وقت آیا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ا۔ حسن اور حسینؓ کو پیش کر دیا۔ ۲۔ عورتوں کا معاملہ آیا تو حضرت فاطمہ کو پیش کر دیا اور اپنی جانوں کو لانے کی بات ہوئی تو حضور ﷺ اپنے ساتھ علیؓ کو لے آئے یعنی حضرت علیؓ کو اپنی جان کے درجے پر رکھا۔ آیت اور حدیث مبارکہ کے الفاظ پر غور فرمائیں آیت کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ

تعالوا ندع أبناء ناو أبناء کم و نساء نا و نسائکم و أنفسنا و انفسکم (آل عمران ۳:۶۱)

آ جاؤ ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی (ایک جگہ پر) بلا لیتے ہیں۔

حدیث پاک میں فرمایا جا رہا ہے دعا علیا و فاطمة و حسنا ً و حسینا ً یعنی علیا ً (انفسنا) اور فاطمة (نساء نا) اور حسنا ً و حسینا ً (ابناء نا) ہوئے۔ یہ عقیدہ کسی شیعہ کا نہیں اہلسنت والجماعت کا ہے اور جو لوگ اس مغالطے میں مبتلا ہیں کہ اہلسنت حب علی یا حب اہل بیت اطہار سے عاری ہیں وہ دراصل خود فریبی میں مبتلا ہیں‘ اہلسنت سواد اعظم بنتا ہی تب ہے جب ان نقوش قدسیہ سے محبت ان کے عقائد کا مرکز و محور بن جائے۔ سیدنا علی ہوں یا سیدہ کائنات اور حسنین کریمین یہ شجر نبوت کی شاخیں ہیں جن کے برگ و بار سے دراصل گلستان محمدی ﷺ میں ایمان و عمل کی بہاریں جلوہ فگن ہیں ان سے صرف نظر کرکے یا ان سے بغض و حسد کی بیماری میں مبتلا کوئی شخص حضور ﷺ کی امتی کہلانے کا حقدار نہیں کجا کہ وہ ایمان اور تقویٰ کے دعوے کرتا پھرے۔

رسول اور علی ایک ہی درخت ہے

۳۰۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الناس عن شجر شتی و انا و علی من شجرة واحدة

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا تمام لوگ جدا جدا درختوں سے ہیں مگر میں اور علی ایک

(معجم الاوسط للطبرانی، ۵: ۸۹، ح: ۴۱۶۲)

ہی درخت سے ہیں۔

ایک ہی درخت سے ہونے میں ایک تو نسبتی قربت کا اظہار ہو رہا ہے دوسری قربت وہ نظریاتی کومٹ منٹ تھی جو اسلام کے دامن رحمت میں آنے اور براہ راست شہر علم کے علم حکمت اور دانائی کے چراغوں سے روشنی کشید کرنے کے بعد حاصل ہوئی۔

۳۱. عن علی رضی اللہ عنہ إبن أبی طالب ان النبی ﷺ أخذ بید حسن و حسین فقال من احبنی و احب ھذین و اباھما و امھما کان معی فی درجتی یوم القیامة

(جامع الترمذی، ۵: ۶۴۲، ح: ۳۷۳۳)

حضرت علیؓ سے روایت ہے بے شک حضور ﷺ نے حضرت حسن و حسینؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے اور ان کے ماں باپ سے محبت کی وہ قیامت کے روز میرے ساتھ میری قربت کے درجہ میں ہوگا۔

فرشتوں کی نصرت

۳۲. عن ابی رافع ان رسول اللہ ﷺ بعث علیا مبعثا فلما قدم قال لہ رسول اللہ ﷺ اللہ و رسولہ و جبریلؑ عنک رضوان

(المعجم الکبیر، ۱: ۳۱۹)

حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے بے شک نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک جگہ بھیجا جب وہ واپس تشریف لائے تو حضور ﷺ نے ان کو فرمایا اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ اور جبریل امین آپ سے راضی ہیں۔

۳۳. خطب الحسن بن علی حین قتل علی فقال یا اھل الکوفه او یا اھل العراق لقد کان بین اظھرکم رجل قتل اللیلة او اصیب الیوم ولم یسبقه الاولون بعلم ولو یدرکه الاخرون کان النبی ﷺ اذا بعثه فی سریة کان جبریل عن یمینه و میکائیل عن یساره فلا یرجع حتی یفتح اللہ علیه

(مصنف ابن ابی شیبہ، ۱۲:۶۰)

حضرت حسن بن علی نے حضرت علی کی شہادت کے موقع پر خطاب فرمایا اے اہل کوفہ یا اہل عراق تحقیق تم میں ایک شخصیت تھی جو آج رات قتل کر دیئے گئے یا آج وفات پا جائیں گے۔ نہ کوئی پہلے علم میں ان سے سبقت لے سکا اور نہ بعد میں آنے والے ان کو پا سکیں گے۔ حضور ﷺ جب آپ کو کسی سریہ میں بھیجتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے دائیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام ان کے بائیں طرف ہوتے، پس آپ ہمیشہ فتح مند ہو کر واپس لوٹتے۔

جلال نبوی ﷺ کے وقت گفتگو کا یارا

۳۴. عن ام سلمةؓ قالت: کان رسول اللہ ﷺ اذا غضب لم یجتری احدان یکلمه الا علی

(۲) المستدرک للحاکم، ۳: ۱۳۰

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ حالت غضب میں ہوتے تھے تو کسی میں یہ جرات نہیں ہوتی تھی کہ وہ آپ ﷺ سے کلام کرے سوائے حضرت علیؓ کے۔

علی رضی اللہ عنہ کی خاطر سورج کا پلٹنا

۳۵. عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یوحی الیه و راسه فی حجر علی فلم یصل العصر حتی غربت الشمس فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلیت یا علی قال لا فقال اللھم انه کان فی طاعتک و طاعة رسولک فاردد علیه الشمس قالت اسماء رضی اللہ عنہا فرایتھا غربت ثم رایتھا طلعت بعد ما غربت

(مشکل الآثار، ۴:۳۸۸)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی کی گئی اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا نہ فرمائی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ کیا تو نے نماز ادا نہیں کی؟ عرض کیا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ بے شک علی رضی اللہ عنہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا پس اس پر سورج کو لوٹا دے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھا پھر میں نے اس کو غروب کے بعد طلوع ہوتے ہوئے دیکھا۔

علی رضی اللہ عنہ کی قوت فیصلہ دعائے رسول ﷺ کا ثمر

۳۶. عن علیؓ قال بعثنی رسول اللہ ﷺ الی الیمن فقلت یا رسول اللہ ﷺ بعثنی و انا شاب اقضی بینھم ولا ادری ما القضاء فضرب صدری بیدہ ثم قال اللھم اھد قلبہ ثبت لسانہ فوالذی خلق الحبة ما شککت فی قضاء بین اثنین

(المستدرک، ۳:۱۳۵)

حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھے بھیج تو رہے ہیں لیکن میں نو جوان ہوں میں ان لوگوں کے درمیان فیصلے کیونکر کروں گا؟ میں جانتا ہی نہیں ہوں کہ قضا کیا ہے؟ پس حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینے پر مارا پھر فرمایا اے اللہ اس کے دل کو ہدایت عطا کر اور اس کی زبان کو استقامت عطا فرما، اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پیدا فرمایا مجھے دو آدمیوں کے مابین فیصلے کرتے وقت کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا علیؓ کی بصیرت دانائی اور قوت فیصلہ ضرب مثل بن گئی۔ عہد رسالت مآب ﷺ کے بعد عہد خلافت راشدہ تک تمام دقیق علمی فقہی اور روحانی مسائل کے لئے لوگ آپ سے ہی رجوع کرتے تھے۔ خود خلفائے رسول سیدنا صدیق اکبرؓ فاروق اعظم اور سیدنا عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی رائے کو ہمیشہ فوقیت دیتے تھے اور آپ نے ان تینوں خلفاء کے دور میں مفتی اعظم کے منصب جلیلہ

پر فائز رہے۔اسی دعا کی تاثیر تھی کہ آپ فہم فراست علم وحکمت اورفکر وتدبر کی ان بلندیوں پر فائز ہوتے جوانبیائے کےعلاوہ کسی شخص کی استطاعت میں ممکن نہیں۔

جنت علی رضی اللہ عنہ کا منظر

۳۷. ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الجنة لتشتاق الی ثلاثة علی و عمار و سلیمان

(جامع الترمذی، ۵:۶۶۷، ح:۳۷۹۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جنت تین آدمیوں کا اشتیاق رکھتی ہے اور وہ حضرت علیؓ حضرت عمارؓ اور حضرت سلمانؓ ہیں۔

جنت میں داخل ہونے والا ہراول دستہ

۳۸.عن ابی رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی ان اول اربعة یرضون الجنة انا و انت والحسن والحسین و ذرا رینا خلف ظھورنا و ازواجنا خلف ذرا رینا و شیعتنا عن ایماننا و عن شمائلنا

المعجم الکبیر، ۳:۱۱۹، ح:۹۵۰

حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا بے شک جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے چار آدمیوں میں میری ذات اور آپ اور حسن وحسین ہوں گے اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہو گی اور ہمارے پیروکار ہمارے دائیں اور بائیں جانب ہوں گے۔

متبعین کے ہمراہ حوض کوثر پر خوشنما چہروں کے ساتھ حاضری

۳۹. عن ابی رافع رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی انت و شیعتک تردون علی الحوض رواء مروین مبیضة وجوھکم و ان عدوک یردون علی ظماء مقبحین

المعجم الکبیر، ۱:۳۱۹

حضرت ابو رافع رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ اور آپ کی حمایت کرنے والے میرے پاس حوض پر خوشنما چہرے اور سیرابی کی حالت میں آئیں گے ان کے چہرے سفید ہوں گے اور بے شک تیرے دشمن میرے پاس بھوک کی حالت میں بدنما صورت میں آئیں گے۔

۴۰. عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنة و ابوھما خیر منھا

ابن ماجہ، ۱:۴۴، ح:۱۱۸

المستدرک، ۳:۱۶۷

حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن و حسین جنت کے جوانوں کے دو سردار ہیں اور ان کے باپ ان دونوں سے بہتر ہیں۔

محبت علی میں افراط وتفریط کرنے والے گمراہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح یہود نے حضرت عیسی علیہ السلام کی شان کم کی اور نصاریٰ نے بڑھائی اور گمراہی وہلاکت کے حقدار ٹھہرے اسی طرح میری وجہ سے بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے۔

۱۴۱. محب یفرط لی لما لیس فی و مبغض مفتر یحمله شنانی علی ان یبهتنی

ایک وہ محبت کرنے والا جو مجھے بڑھائے اور ایسی چیز منسوب کرے جو مجھ میں نہیں اور دوسرا وہ بغض رکھنے والا شخص جو میری شان کو کم کرے۔

۱۔ مسند احمد بن حنبل، ۱:۱۶۰

۲۔ المستدرک، ۳:۱۲۳

۳۔ مسند ابی یعلی، ۱:۴۰۷

۴۔ مجمع الزوائد، ۹:۱۳۳

فصل دوم:

مناقب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

ذبح عظیم کی تکمیل اور ولایت مصطفےٰ ﷺ کا نور عام کرنے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے جس عالی مرتبت جوڑے کا انتخاب ہوا یہ جوڑا حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھما کا جوڑا تھا جن کی شادی کا فیصلہ آسمانوں پر ہو چکا تھا۔ قدرت نے ان دو منتخبہ شخصیات کے نور نظر سیدنا امام حسین کی قسمت میں ذبح عظیم کا منصب جلیلہ لکھ دیا تھا۔

حضرت فاطمہ الزہرا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی لاڈلی بیٹی ہیں، خاتون جنت انہی کو کہتے ہیں۔ ان کی فضائل کے حوالے سے چند ارشادات نبوی ملاحظہ فرمائیں۔

رسول کی محبوب ترین ہستی

١. عن جميع بن عمير التيمى قال دخلت مع عمتى على عائشة فسئلت اى الناس كان احب الى رسول الله ﷺ؟ قالت فاطمة: فقيل من الرجال؟ قالت زوجها ان كان ما علمت صواماً قواماً

(جامع الترمذی، ٢: ٢٢٧)

(المستدرک، ٣: ١٥۵)

حضرت جمیع بن عمیر التیمیؒ روایت کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ مل کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے پوچھا لوگوں میں سے کون سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھا؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا حضرت فاطمہؓ دوبارہ پوچھا گیا کہ مردوں میں سے کون سب سے بڑھ کر محبوب تھے؟ فرمایا فاطمہ کا شوہر (علی رضی اللہ عنہ) اور پھر

فرمایا کہ میں خوب جانتی ہوں کہ وہ
بڑے روزہ رکھنے والے اور تہجد پڑھنے
والے تھے۔

اصحاب رسول اور صحابیات رسول رضی اللہ عنھم اپنے قول و عمل میں بھی سچے اور کھرے تھے، مصلحت، منافقت اور ریا کاری کا ان پر شائبہ تک نہیں پڑا تھا۔ اندر بھی روشن اور باطن بھی روشن، ذہنی اور جسمانی طہارت اور پاکیزگی کے پیکر، اپنی ذاتی رائے کی بنیاد بھی عدل کو بناتے، سچ ان کا شعار، ہدایت قرآنی ان کا معیار۔ اب یہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی ذاتی رائے کا اظہار کر رہی ہیں، اس رائے سے بے پناہ خصوصی، اپنائیت اور رواداری کا اظہار ہو رہا ہے اور یہی اوصاف اسلامی معاشرے کے بنیادی پتھر ہیں۔ یہی اوصاف اپنے اندر پیدا نہ کر سکنے کی وجہ ہے کہ ہم قوت برداشت کے وصف سے محروم ہو چکے ہیں، تحمل اور بردباری کے الفاظ کو ہم نے اپنی لغت ہی سے خارج کر دیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فتویٰ پوچھا جا رہا تھا کہ بتایئے محبوب خدا کو دنیا میں سب سے زیادہ محبوب ہستی کون تھی؟ ذہن پر زور دینے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی بلا توقف فرمایا حضور ﷺ کو پوری کائنات میں سب سے بڑھ کر محبت شہزادیٔ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے تھی۔ پوچھا گیا بتایئے مردوں میں محبوب تر کون تھا؟ انہوں نے بے ساختہ ارشاد فرمایا فاطمہ کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ

شیعہ سنی فسادات کی حقیقت

شیعہ سنی فسادات کا ایک بنیادی نکتہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے غیض و غضب اور لعن طعن کی غلیظ حرکت میں مبتلاء ہیں اور

دوسری طرف بعض بدبخت اہل بیت اطہار سے خدا واسطے کا بیر رکھتے ہیں' یہ دونوں رویے اپنے پس منظر اور حالیہ شدت میں بہت سی غلط فہمیوں سے پیدا ہیں ان غلط فہمیوں کا ازالہ کئے بغیر اختلافات کی خلیج مٹانی مشکل ہے بلکہ اسلام دشمن انہی غلط فہمیوں کو ہوا دیکر لڑائیاں اور فسادات کرواتے ہیں اور امت کی اجتماعی قوت کو منتشر کرنے میں ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں۔ تحمل اور حقیقت پسندی سے معاملات کا جائزہ لیا جائے تو بہت سی تلخیوں کا تدارک ممکن ہے۔ مثلاً زیرنظر روایت ہی کو لیجئے اس میں بہت سی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کا ازالہ ہورہا ہے۔ حضرت فاطمہ حضرت علی اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مخاصمت کو ہوا دینے والے خودسوچیں کے کتب احادیث میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب کی بیشتر روایات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں جو شخص دوسرے کے متعلق حسد بغض اور کینہ رکھتا ہو بھلا وہ اس طرح کی روایات بیان کرتا ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چاہتیں تو سائل کے سوال پر یہ بھی فرما سکتی تھیں کہ حضور تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیاد محبوب میں خود تھی' اور مردوں میں میرے والد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اگر یہ روایت ہوتی بھی تو قرین قیاس تھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والدگرامی سے تعلق محبت ایک مسلمہ حقیقت ہے لیکن جو چیز حق ہے اسے بیان کرنے میں ذرا تامل نہیں فرمایا۔ اسی طرح اور کئی روایات ہیں' جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ لوگ آپس میں کتنے رحیم کریم تھے' باہمی احترام کی فضاء آخر وقت تک قائم رہی' فسادی اور مجرمانہ خصلت لوگوں کو اس وقت بھی بدامن اور مخاصمت منظور تھی اور آج بھی ہے یہ ابلیس مشن کے کارندے ہیں جو ہر دور میں سرگرم رہتے ہیں۔

خاتون جنت

یہ حضور ﷺ کی وہی لاڈلی بیٹی ہیں جن سے تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری فاطمہ کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ ساری کائنات کے مومنوں کی عورتوں کی تو سردار ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت عروہ بن زبیر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے آخری دنوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کانوں میں کچھ راز کی بات کہی جس سے ایک دفعہ تو وہ مغموم ہوکر رونے لگیں جبکہ دوسری دفعہ مسکرا پڑیں بعد میں ان سے پوچھا گیا کہ رونے کی کیا وجہ تھی تو وہ فرمانے لگی کہ حضور ﷺ کے وصال کی خبر کی وجہ سے روئیں جبکہ مسکرانے کی وجہ دریافت کرنے پر کہنے لگیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا:

۲. الاترضین ان تکونی سیدة نساء اهل الجنة او نساء المؤمنین

(صحیح البخاری، ۱:۵۱۲)
(الصحیح لمسلم، ۲:۲۹۱)

اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمام جنتی عورتوں کی سردار تم ہو یا تمام مسلمان عورتوں کی سردار تم ہو۔

۳۔ امام حاکم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا:

یا فاطمة الاترضین ان تکونی سیده نساء العالمین؟ و سیدة

اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمام عالم کی عورتوں کی

نساء المؤمنين؟ و سيدة نساء هذه الامة	سردار بنائی جاؤ اور تمام مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو؟ اور اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو؟

۱۔ صحیح مسلم، ۲:۲۹۱

۲۔ المسند، ۳:۱۵۶

۳۔ طبقات، ۲:۲۴۸

رضا فاطمہ کی رضائے نبی ﷺ ہے

حضور ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کی رضا چاہتے ہیں اور پوری کائنات حضور ﷺ کی رضا کی طالب ہے اور خود حضور ﷺ اپنے رب کی رضا کے طالب ہیں۔

۴۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے:

عن المسور بن مخرمه ان رسول الله ﷺ قال فاطمة بضعة منى فمن اغضبها فقد اعضبنى (صحیح البخاری، ۲:۵۳۲)	حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (میری بیٹی) فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے پس جس نے اسے ناراض کیا بے شک اس نے مجھے ناراض کیا۔

جگر گوشہ رسول ﷺ ہونے کے حوالے سے تمام کتب احادیث میں بکثرت روایات موجود ہیں مثلاً (۱) صحیح مسلم، ۲:۲۹۰، (۲) جامع ترمذی، ۲:۲۲۶، (۳) مسند احمد بن حنبل، ۴:۳۲۶، (۴) المستدرک، ۳:۱۵۹۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ اور جس نے حضور ﷺ کو ناراض کیا اور ارشادات نبوی سے روگردانی کی بلا شبہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حشر میں فاطمہ بنت رسول ﷺ کی آمد

عرش اور فرش ہر جگہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے سر اقدس پر احترام اور تقدس کی چادر ہے۔ اہل محشر سے کہا جائے گا کہ اپنی نگاہیں جھکاؤ محمدی ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ تشریف لا رہی ہیں۔

۵. عن علی علیه السلام قال سمعت النبی ﷺ یقول اذا كان یوم القیامة ناد منادٍ من وراء الحجاب یا اهل الجمع غضوا ابصاركم عن فاطمة بنت محمد ﷺ حتی تمر.

(المستدرک للحاکم، ۳:۱۵۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو (اچانک) پردوں کے پیچھے سے کوئی منادی اعلان کریگا اے اہل محشر! اپنی نگاہیں جھکالو فاطمہ بنت محمد ﷺ سے (وہ آرہی ہیں) حتی کہ وہ گزر جائیں گی۔

چشم تصور! ذرا میدان حشر میں چل، مخلوق خدا بارگاہ خداوندی میں حاضر ہے۔ نفسا نفسی کا عالم ہے، سورج سوا نیزے پر آگ برسا رہا ہے۔ اچانک پردوں کے پیچھے سے آواز آتی ہے، منادی دینے والا منادی دے رہا ہے، اہل محشر سے مخاطب ہے کہ اپنی نگاہوں کو جھکالو، سرتاپا پیکر نیاز بن جاؤ، کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ آرہی ہیں جب تک فاطمہ رضی اللہ عنہا گزر نہ جائیں قیامت کے دن کسی کو اپنی نگاہ اٹھانے کی اجازت نہ

ہو گی، روز محشر یہ عزت، یہ احترام یہ تقدیس کسی اور کے حصے میں نہیں آئے گی، یہ مقام کسی اور کو عطا نہ ہو گا صرف اور صرف حضور ﷺ کی لاڈلی بیٹی اس سلوک کی سزاوار ٹھہریں گی۔

ناراضی فاطمہ ناراضی خدا

٦. عن علی رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ لفاطمة ان اللہ یغضب لغضبک و یرضی لرضاک

(المستدرک للحاکم، ٣: ١٥٤)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا (اے بیٹی) اللہ تیری ناراضی کو دیکھ کر ناراض ہوتا ہے اور تیری خوشی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

کائنات کے آقا ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اے فاطمہ! اللہ تیری خوشی کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے اور تیری ناراضی کو دیکھ کر ناراض ہو جاتا ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہوتی ہے تو خدا خوش ہوتا ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوتی ہے تو خدا بھی اس طرف سے چہرہ پھیر لیتا ہے۔

حضور ﷺ کے بعد کائنات میں افضل ترین

٧. عن عائشة قالت مارأیت افضل عن فاطمة غیر ابیها

(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود بیان کیا ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ

(مجمع الزوائد، ۹:۲۰۱) کے سوا فاطمہ سے کائنات میں کسی کو افضل نہیں دیکھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا نہیں گیا بلکہ خود فرماتی ہیں کہ رب ذوالجلال کی عزت کی قسم کہ میں نے مصطفے مجتبے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا فاطمہ سے افضل کائنات میں کوئی نہیں دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقتوں کا یہ عالم ہے کہ اس عالم کی کوئی انتہا ہی نہیں کیونکہ ولایت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آغاز علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہونا تھا۔ امامت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوگی مگر چلے گی فاطمہ اور علی سے۔

۸. عن ام المؤمنین عائشه رضی الله عنها انها قالت مارأیت احداً کان اشبه کلاماً و حدیثاً من فاطمة برسول الله صلی الله علیه وسلم و کانت اذا دخلت علیه رحب بها وقام الیها فاخذ بیدها فقبلها واجلسها فی مجلسه

(المستدرک للحاکم، ۳:۱۵۴)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی کو فاطمہ سے بڑھ کر مشابہ نہیں پایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ خوش ہوجاتے اور (محبت سے استقبال کیلئے) کھڑے ہوجاتے، حضرت فاطمہ کا ہاتھ پکڑ لیتے اس کو بوسہ دیتے اور پھر اپنی نشست پر حضرت فاطمہؓ کو بٹھا دیتے۔

اور ایک جگہ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

۹. قامت اليه مستقبلة و قبلت يده	آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے استقبال کیلئے (از راہ محبت) کھڑے ہوجاتے اور سیدہ آپ ﷺ کے ہاتھ چومتیں
(ایضا: ۱۴۰)	

بیٹی! میرے ماں باپ تجھ پر قربان

تاجدار کائنات ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف حاضری حاصل کرتیں تو آقائے دو جہاں ﷺ از رہ شفقت اور از رہ محبت اپنی لاڈلی بیٹی کے استقبال کیلئے کھڑے ہوجاتے' مرحبا یا فاطمہ! کہہ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیتے اور اسے چومتے اور پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اپنی جگہ پر بیٹھا دیتے جب آقائے دوجہاں ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ احتراماً کھڑے ہوکر اپنے اباجان کا استقبال کرتیں اور ان کی دست بوسی فرماتیں۔ حضور ﷺ اپنی لاڈلی بیٹی پر نثار ہو ہو جاتے' اپنے پاس بٹھاتے اور ان کی دلجوئی فرماتے۔ امام شوکانی روایت کرتے ہیں۔

۱۰. عن عمر بن خطاب رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال لفاطمة فداک ابی و امی.	امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب ہوکر فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔
(درالسحابہ: ۲۷۹)	

ساری دنیا جب مصطفے ﷺ سے مخاطب ہوتی ہے یا اصحاب رسول حضور ﷺ کی بارگارہ میں عرض کرتے ہیں تو کہتے ہیں یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ یہ تھا صحابہؓ کا عمل' سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

خدا کی عزت کی قسم میں نے اپنے آقا ﷺ کی زبانی سنا ہے کہ جب آپ فاطمہ رضی اللہ عنہاکو بلاتے تو فرماتے' فاطمہ! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں' مصطفی ﷺ اپنے ماں باپ کو فاطمہ رضی اللہ عنہا پر قربان کرر ہے ہیں اس لئے کہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ولایت مصطفی ﷺ کی امین ہیں' یہ محبت رسول ﷺ ہے' یہ قربت مصطفی ﷺ ہے' یہ کیفیت نبی ﷺ ہے' حقیقت یہ ہے کہ خاندان رسول کی غلامی ہی غلاموں کا سب کچھ ہے جو فاطمہ کے در کا دربان گیا وہ مصطفی ﷺ کا غلام ٹھہرا۔ کیوں؟ اس لئے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا صرف مصطفے ﷺ کا لخت جگر ہی نہیں حسنین کریمین کی امی جان بھی ہیں اس گود میں حسین رضی اللہ عنہ کی پرورش ہوئی ہے۔ جنت کے سرداروں کی تربیت ہوئی ہے۔اس لئے فاطمہ سے فرمایا کہ بیٹی میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

غلام بے نوا کا سلام

خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نام نامی ہونٹوں پر آتا ہے تو پلکیں بہر احترام جھک جاتی ہیں' فضا میں احترام کی چادر سی تن جاتی ہے' حضور ﷺ کی لاڈلی بیٹی سے میری عقیدت اور احترام کا یہ عالم ہے کہ میں خود کو در فاطمہ رضی اللہ عنہا کا منگتا سمجھتا ہوں اور اپنے لئے اسے بہت بڑا اعزاز تصور کرتا ہوں' مدینہ منورہ کی حاضری کے دنوں میں میرا معمول یہ ہوتا ہے کہ جنت البقیع میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی قبر انور پر حاضری دیتا ہوں' سامنے گنبد خضرا اپنے جلوے بکھیر رہا ہوتا ہے بصد ادب عرض کرتا ہوں کہ اے حسنین کریمین کی امی جان! اے جنت کی خواتین کی سردار! اے سیدہ کائنات! آپ کے در کا کتا آیا ہے اپنے ابا حضور سے ایک ٹکڑا لے کر دے دیجئے۔ میرے کشکول آرزو میں خیرات ڈال دیجئے۔ اپنے ابا حضور سے سفارش فرما دیں کہ بابا! آپ کا ایک غلام بے نوا در اقدس پر حاضری کی اجازت چاہتا ہے' بابا!

اس کی چشم تر کے آبگینے قبول فرمائیں، اس کو اپنے دامن رحمت میں چھپا لیجئے، ------عمر بیت گئی بارگاہ سیدہ کائنات میں یہ التجا کرتے ہوئے کہ کبھی تو وہ اپنے منگتے کو کرم کے ٹکڑوں سے نوازیں گے، کبھی تو دامن طلب میں رحمت کے سکے گریں گے۔ پھر سوچتا ہوں کہ وہ کون سا لمحہ ہے جو ان کے کرم سے خالی ہے ان کے کرم کی چادر تو ازل سے برہنہ سروں کو کڑی دھوپ سے بچا رہی ہے، ہر ساعت کے ہونٹوں پر ان کی رحمت کا زمزم بہہ رہا ہے اور میں کہ ایک تشنہ لب اسی چشمہ رحمت سے اپنی تشنگی کا مداوا کر رہا ہوں۔ یہ سب کچھ اسی خانوادہ پاک کی عطا ہی تو ہے۔

باب:۳

ذبح عظیم کی تکمیل

وہ ذبح اسماعیل جس کا فدیہ ذبح عظیم سے کر دیا گیا تھا بعثت محمدی کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچنے والا تھا۔ امامت اور ولایت کی دعائے ابراہیمی کا حضور ﷺ کی ختم نبوت کے بعد علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ اجرا ہو رہا تھا۔ اب اس وجود مسعود کی شہادت کا وقت قریب آ گیا تھا جسے ذبح اسماعیل کا مظہر بنایا گیا تھا یعنی کربلا کے میدان میں نواسہ رسول ﷺ کی عظیم قربانی، ذبح عظیم کا منظر پیش کرنے والی تھی۔
میدان کربلا میں خاندان رسول ہاشمی ﷺ کے مقدس خون سے روشن ہونے والے چراغوں کا منظر شام غریباں کے اندھیروں میں اترنے والا تھا۔ مٹتی ہوئی قدروں کو خون حسین رضی اللہ عنہ سے نئی توانائی عطا ہونے والی تھا۔ ازلی صداقتوں کے تحفظ کے لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے خون سے افق عالم پر حریت فکر کا نیا عہد نامہ تحریر کرنے والے تھے۔ شہید کربلا .... فضیلت کا عمامہ بھی جن کے سر اقدس پر باندھا گیا حضور ﷺ نے محبوبیت کی دستار سے بھی جنہیں نوازا، عظمت کی خلعت بھی عطا ہوئی اور شہادت کا پیرہن بھی جن کا مقدر بنا۔ اس لئے کہ اس عظیم انسان کی قربانی کو مصطفے ﷺ کی قربانی قرار دیا جا سکے۔

فصل اول

مناقب حسین

حسنین رضی اللہ عنھما جنت کے جوانوں کے سردار

۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الحسن و الحسین سید اشباب اہل الجنۃ

حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(جامع الترمذی، ۲: ۲۱۸)

خاتون جنت کے فرزندان ذی حشم علی کرم اللہ وجھہ الکریم کے لخت جگر حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو جنت کے نو جوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے اور یہ فرمانا ہے تاجدار کائنات ﷺ نبی آخر الزمان رحمۃ اللعالمین ﷺ کا۔

حسنین کی محبت، محبت رسول ہے

۲۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے:

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من أحبهما فقد أحبنی و من أبغضهما فقد أبغضنی يعنی حسنا و حسيناً.

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے حسن اور حسین دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

(مسند احمد بن حنبل، ۲: ۲۸۸)

تاجدار عرب و عجم حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے جس نے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ ذرا غور کریں کہ حضو ﷺ سے بغض رکھنے والے کا کہاں

ٹھکانہ ہے؟ اس کے دین اور ایمان کی کیا وقعت ہے؟

باری تعالیٰ حسنین کریمین سے تو بھی محبت کر

۳. عن عطاء ان رجلاً اخبره أنه رأى النبی ﷺ یضم الیه حَسَناً و حسیناً یقول اللهم أنی أحبها فأحبها.

(مسند احمد بن حنبل، ۵:۳۶۹)

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ کسی شخص نے اسے بتایا کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے حضرات حسنین کریمین کو اپنے سینے سے چمٹایا اور فرمایا ''اے اللہ میں حسن اور حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر''

بارگاہ خداوندی میں آقائے کائنات ﷺ کے مقدس ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں معطر اور معتبر لبوں پر دعائیہ کلمات مہک رہے ہیں کہ باری تعالیٰ تو بھی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اپنی محبت کا سزاوار ٹھہرا، یہ دعائیہ کلمات بھی حضور رحمت عالم کے لب اقدس سے نکلے کہ **اللهم انی احبهما فاحبهما ..... فمن احبهما فقد احبنیٰ** مولا! مجھے حسن اور حسین رضی اللہ عنہ سے بڑا پیار ہے تو بھی ان سے پیار کر۔ جو حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے پیار کرتا ہے گویا وہ مجھ سے پیار کرتا ہے۔

دوش پیمبر ﷺ پر سواری

حضور ﷺ کو اپنے لاڈلے نواسوں سے کتنی محبت تھی وہ انہیں کتنا چاہتے تھے شاید آج ہم اس کا اندازہ نہ کرسکیں کیونکہ ہم جھگڑوں میں پڑ گئے ہیں، حقیقتیں ہماری نظروں سے اوجھل ہو چکی ہیں، حقائق کا چہرہ گرد آلود ہے، آئینے دھند میں لپٹے ہوئے ہیں حالانکہ خلفائے راشدین اور اہل بیت نبوی رضی اللہ عنھم اخوت اور محبت کے

گہرے رشتوں میں منسلک تھے۔ خاندان مصطفیٰ ﷺ کے احترام کی فضائے نور قلب و نظر پر محیط تھی۔ علی رضی اللہ عنہ کے نور نظر، اصحاب رسول کی آنکھوں کا تارا تھے۔

۴. عن عمر يعني ابن الخطاب قال رأيت الحسن والحسين على عاتقي النبي ﷺ فقلت نعم الفرس تحتكما فقال النبي ﷺ ونعم الفارسان

(مجمع الزوائد، ۹: ۱۸۲)

(رواہ ابو یعلی فی الکبیر و رجالہ رجال الصحیح)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حسن اور حسین دونوں کو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کے کندھوں پر سوار ہیں میں نے کہا کتنی اچھی سواری تمہارے نیچے ہے پس نبی اکرم ﷺ نے معاً فرمایا سوار کتنے اچھے ہیں۔

وہ منظر کیا دلکش منظر ہوگا۔ جنت کے جوانوں کے سردار شہزادہ حسن اور شہزادہ حسین اپنے نانا جان کے مقدس کندھوں پر سوار ہیں، سیدنا فاروق اعظم یہ روح پرور منظر دیکھتے ہیں اور شہزادوں کو مبارکباد دیتے ہوئے بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں، شہزادو! تمہارے نیچے کتنی اچھی سواری ہے۔ فرمایا تاجدار کائنات ﷺ نے: عمر! دیکھا نہیں سوار کتنے اچھے ہیں؟ وہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما، جنہیں آقائے دو جہاں کے مقدس کندھوں پر سواری کا شرف حاصل ہوا اور وہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما حضور نبی اکرم ﷺ نے جنہیں چوسنے کے لئے اپنی زبان مبارک عطا کی، جنہیں اپنے لعاب دہن سے نوازا، جنہیں اپنی آغوش رحمت میں بھلایا۔

حالت نماز میں پشت اقدس کے سوار

۵. عن ابی هریرة رضی الله عنه قال كنا نصلی مع رسول اللهﷺ العشاء فاذا سجد وثب الحسن والحسين على ظهره فاذا رفع رأسه أخذهما بيده من خلفه أخذاً رقيقاً و يضعهما على الارض فاذا عاد عادا حتى قضى صلوته. فاقعدهما على فخذيه.

(مسند احمد بن حنبل، ۲:۵۱۳)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے (دیر سے) عشاء کی نماز آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ پڑھی۔ جب آپﷺ سجدہ میں گئے حسن اور حسین دونوں بھائی حضورﷺ کی پشت مبارک پر چڑھ گئے، جب حضورﷺ نے سر انور سجدے سے اٹھایا تو دونوں کو اپنے ہاتھوں سے آرام سے تھام لیا اور زمین پر بیٹھا لیا۔ جب آپﷺ سجدے میں جاتے تو وہ دونوں یہی عمل دہراتے حتی کہ آپﷺ نے اسی حالت میں پوری نماز ادا فرمائی۔ پھر دونوں شہزادوں کو اپنی گود میں بٹھایا۔

یہ سجدہ خدا کے حضور ہو رہا ہے، حضورﷺ حالت نماز میں ہیں، سجدے سے سر اٹھاتے ہوئے حضورﷺ نے اپنے ہاتھوں سے دونوں شہزادوں کو تھام لیا کہ کہیں یہ معصوم شہزادے نیچے نہ گر جائیں اور بڑی احتیاط سے انہیں زمین پر بٹھا دیا۔ حسن اور حسین نماز کے دوران پشت مبارک پر چڑھتے رہے۔ حضور نبی اکرمﷺ حالت نماز میں احتیاط سے انہیں اتارتے رہے حتی کہ نماز مکمل ہوئی اور حضور نبی کریمﷺ نے دونوں شہزادوں کو اپنے آغوش محبت میں سمیٹ لیا۔

جن کے لئے سجدہ طویل کر دیا گیا

٦. عن أنس قال كان رسول الله ﷺ يسجد فيجيئى الحسن و الحسين فيركب ظهره فيطيل السجود فيقال يا نبى الله أطلت السجود فيقول ارتحلنى ابنى فكرهت ان اعجله

(مسند من حدیث عبداللہ بن شداد، ۴۹۵:۳)

(مجمع الزوائد، ۱۸۱:۹)

حضرت اُنس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ حالت نماز میں سجدے میں تھے کہ حسن اور حسین آئے اور پشت مبارک پر چڑھ گئے پس آپ ﷺ نے (ان کی خاطر) سجدہ طویل کر دیا (نماز سے فراغت کے بعد) عرض کیا گیا۔ اے اللہ کے نبی ﷺ کیا سجدہ طویل کرنے کا حکم آ گیا۔ فرمایا نہیں میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میری پشت پر چڑھ گئے تھے میں نے یہ ناپسند کیا کہ جلدی کروں۔

یعنی حسن اور حسین رضی اللہ عنہم جب حالت نماز میں حضور ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے قصداً سجدہ طویل کر دیا تا کہ حسن اور حسین ؓ گر نہ پڑیں ان کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔

یہ دونوں شہزادے حضرت علی شیر خدا اور خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا کے فرزندان ارجمند تھے۔ لیکن یہ تاجدار کائنات ﷺ کی آنکھوں کی بھی ٹھنڈک تھے۔ حضور ﷺ نے پوری دنیا کو اپنے قول و عمل سے بتادیا کہ علی اور فاطمہ سلام اللہ

علیہما حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میرے بھی لخت جگر ہیں یہ میری نسل سے ہیں، یہ میری ذریت ہیں اور فرمایا ہر نبی کی اولاد کا نسب اپنے باپ سے شروع ہوکر دادا پر ختم ہوتا ہے مگر اولاد فاطمہ کا نسب بھی میں ہوں وہ میرے بھی لخت جگر ہیں۔

٧. فاطمة مضغة منی یقبضنی ماقبضها ویبسطنی ما بسطها و ان الانساب یوم القیامة تنقطع غیر نسبی و سببی و صهری.

۱۔ مسند احمد بن حنبل، ۴: ۳۲۳

۲۔ المستدرک، ۳: ۱۵۸

فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہیں مجھے بے چین کر دیتی ہے ہر وہ چیز جو اسے بے چین کرتی ہے اور مجھے خوش کرتی ہے ہر وہ چیز جو اسے خوش کرتی ہے قیامت کے روز تمام نسبی رشتے منقطع ہو جائیں گے ما سوا میرے نسبی، قرابت داری اور سسرالی رشتے کے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے جسم اطہر سے مشابہت

حضور ﷺ کا لخت جگر ہونے کے ناطے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو چونکہ قربانی مصطفےٰ ﷺ کا مظہر بنایا گیا تھا اور انہیں ذبح عظیم کی خلعت فاخرہ عطا کی گئی تھی اس لئے امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم کو جناب رسالت مآب ﷺ کے جسم اطہر سے قریبی مشابہت کے اعزاز سے بھی نوازا گیا تھا۔ آقائے دو جہاں ﷺ کے وصال کے بعد جب لوگوں کو اپنے عظیم پیغمبر کی یاد ستاتی، جب حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کی یاد دلوں میں اضطراب پیدا کرتی تو وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے در دولت پر حاضر ہوتے اور حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کر کے اپنی آنکھوں کی تشنگی کا مداوا کرتے۔ حضور ﷺ کا چہرہ اقدس نظروں میں سما جاتا۔ صحابہ یہ بھی جانتے تھے کہ نواسۂ رسول کو خلعت شہادت سے سرفراز ہونا ہے کیونکہ وہ حضور ﷺ کی زبان اقدس سے حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا

تذکرہ سن چکے تھے اس حوالے سے بھی حضرت امام حسین ؓ اصحاب رسول کی نگاہوں کا مرکز بن گئے تھے۔

۸. عن علی قال الحسن اشبه برسول الله ﷺ مابین الصدر الی الرأس والحسین اشبه برسول الله ﷺ ما کان النفل من ذلک

(جامع الترمذی، ۲:۲۱۹)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضرت حسن سینے سے لیکر سر تک رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور حضرت حسین اس سے نیچے آپ ﷺ کے مشابہ تھے۔

حسین کی محبت اللہ کی محبت

۹. عن یعلی بن مره قال قال رسول الله ﷺ حسین منی و انا من حسین احب الله من احب حسیناً

(جامع الترمذی، ۲:۲۱۹)

حضرت یعلی بن مرہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے

وہ حسین ؓ ابن علی ؓ جن کے بارے میں تاجدار کائنات ﷺ فرما رہے ہیں کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں اور یہ کہ اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسین ؓ سے محبت کرتا ہے اب جس سے اللہ محبت کرتا ہے۔ اس سے عداوت رکھنا اور اس کا خون ناحق بہانا کتنا بڑا جرم ہے؟ استقامت کے کوہ گراں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ ایک فاسق اور فاجر کے دست پلید پر بیعت کرلے گا بالکل فضول سی بات

ہے۔ اہل حق راہ حیات میں اپنی جان کا نذرانہ تو پیش کر دیتے ہیں لیکن اصولوں پر کسی سمجھوتے کے روادار نہیں ہوتے اگر کربلا کے میدان میں حق بھی باطل کے ساتھ سمجھوتہ کر لیتا تو پھر قیامت تک حق کا پرچم بلند کرنے کی کوئی جرات نہ کرتا، کوئی حرف حق زبان پر نہ لاتا، درندگی، وحشت اور بربریت پھر انسانی معاشروں پر محیط ہو جاتی اور قیامت تک کے لئے جرات و بیباکی کا پرچم سرنگوں ہو جاتا اور نانا کا دین زاغوں کے تصرف میں آ کر اپنی اقدار اور روح دونوں سے محروم ہو جاتا۔

۱۰۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال رأيت رسول الله ﷺ و هو حامل الحسين بن علی و هو يقول اللهم انی احبه فاحبه

(المستدرک للحاکم، ۳:۱۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے حضرت حسین علیہ السلام کو اٹھایا ہوا تھا اور یہ فرما رہے تھے اے اللہ میں اس (حسین) سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

اگر ہم حضور ﷺ کی غلامی کا دم بھرتے ہیں، اگر رسول ﷺ کی محبت کو اپنا اوڑھنا بچھونا قرار دیتے ہیں، اگر عشق رسول ﷺ کو اپنا تشخص گردانتے ہیں تو پھر حضور ﷺ جس سے محبت کرتے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ میں حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر، رسول ﷺ کے اس محبوب ﷺ سے بغض عداوت کا تصور بھی ہمارے ذہن میں نہیں آنا چاہیے بلکہ محبوب ﷺ کے اس محبوب سے والہانہ محبت کا اظہار کر کے اپنے رسول ﷺ سے گہری وابستگی کو مزید مستحکم بنانا چاہئے کہ قصر ایمان کی بنیادوں کو مضبوط بنانے کا یہ ایک موثر

ذریعہ ہے۔

اہل بیت کی محبت اور اصحاب رسول کی محبت دراصل ایک ہی محبت کا نام ہے۔ ان محبتوں کو خانوں میں تقسیم کرنا، امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے، اس ملت اسلامیہ کو دوئی کے ہر تصور کے مٹا کر اخوت و محبت اور یگانگت کے ان سرچشموں سے اپنا ناطہ جوڑ لینا چاہیے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا طرہ امتیاز اور شوکت و عظمت اسلام کا مظہر تھا۔ حضور ﷺ نے حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا گویا حسین سے نفرت حضور ﷺ سے محبت کی عملاً نفی ہے اور کوئی مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

١١. عن علی رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ للحسین بن علی "من احب هذا فقد أحبنی"

(المعجم الکبیر، ٣، ح:٢٦٤٣)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا "جس نے اس (حسین) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔

عالم بیداری میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر

حضور ختمی مرتبت ﷺ کا فیض دو طریق سے عام ہوا۔ مشابہت مصطفے ﷺ کا فیض اور روحانیت مصطفے ﷺ کا فیض، ایک فیض کے عام ہونے کا ذریعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بنے اور دوسرے فیض کے عام ہونے کا اعزاز حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آیا، فیض کے یہ دونوں دھارے حسین ابن علی مرتضی رضی اللہ عنہما کی ذات میں آ کر مل گئے کیونکہ حسین رضی اللہ عنہ کو ذبح عظیم بنانا مقصود تھا؟ ذبح اسماعیل کے بارے میں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم ملا لیکن ذبح

حسین رضی اللہ عنہ کے لئے حضور آئیہ رحمت کو عالم خواب میں نہیں، عالم بیداری میں وحی خداوندی کے ذریعہ مطلع کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم بیداری میں جبرئیل امین نے اطلاع دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عراق کی سرزمین میں آپ کے شہزادے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طلب کرنے پر جبرئیل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کی مٹی بھی لا کر دی کہ یہ ہے سرزمین کربلا کی مٹی جہاں علی رضی اللہ عنہ کے نور نظر اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر کا خون ناحق بہا دیا جائے گا وہ حسین رضی اللہ عنہ جو دوش پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سوار تھا۔ وہ حسین رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش رحمت میں پروان چڑھا تھا۔ وہ حسین رضی اللہ عنہ جو نماز کی حالت میں پشت اقدس پر چڑھ بیٹھا تو تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سجدے کو طول دے دیا کہ کہیں گر کر شہزادے کو چوٹ نہ آجائے۔ وہ حسین رضی اللہ عنہ جو یتیموں کے آقا اور غریبوں کے مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبتوں اور شفقتوں کا محور تھا اور وہ حسین رضی اللہ عنہ جس کے منہ میں رسول آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان اقدس دے دی اور اپنے لعاب دہن کو لب حسین سے مس کیا کہ ایک دن میدان کربلا میں ان نازک ہونٹوں کو پر تشنگی کی فصلوں کو بھی لہلہانا ہے۔ اس حوالے سے چند روایات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت

عن ام سلمه قالت قال رسول اللہ ﷺ أخبرنی جبرئیل ان ابنی الحسین یقتل بأرض العراق فقلت لجبرئیل ارنی تربة الارض التی یقتل فیھا، فجاء فھذہ تربتھا.

۱۔ البدایہ والنہایہ، ۸:۱۹۶۔۲۰۰

۲۔ کنز العمال، ۱۲:۱۲۶، ح:۳۴۳۱۳

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے جبرئیل امین نے (عالم بیداری میں) بتایا کہ میرا یہ بیٹا حسین عرق کی سرزمین میں قتل کر دیا جائیگا میں نے کہا جبرئیل مجھے اس زمین کی مٹی لا کر دکھا دو جہاں حسین کو قتل کر دیا جائے گا پس جبرئیل گئے اور مٹی لا کر دکھا دی کہ یہ اس کے مقتل کی مٹی ہے۔

۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت

ایک دوسری روایت ہے:

عن عائشة عنه انه قال أخبرنی جبرئیل ان ابنی الحسین یقتل بعدی بأرض الطف

(المعجم الکبیر، ۳:۱۰۷، ح:۲۸۱۴)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل امین نے مجھے خبر دی کہ میرا یہ بیٹا حسین میرے بعد مقام طف میں قتل کر دیا جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی کم و بیش وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے، یہ بھی قتل حسین رضی اللہ عنہ کی اطلاع ہے۔ یہ روح فرسا اطلاع پا کر قلب اطہر پر کیا گزری ہوگی اس کا تصور بھی روح کے در و بام کو ہلا دیتا ہے، پلکوں پر

آنسوؤں کی کناری سجنے لگتی ہے اور گلشن فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تباہی کا دلخراش منظر دیکھ کر چشم تصور بھی اپنی پلکیں جھکا لیتی ہے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مقدس میں آنسو

اسی طرح ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام کے چشمان مقدس سے آنسو رواں تھے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج کیا بات ہے چشمان مقدس سے آنسو رواں ہیں؟ فرمایا کہ مجھے ابھی ابھی جبرئیل خبر دے گیا ہے کہ

ان امتک ستقتل هذا بأرض يقال لها كربلاء

(المعجم الکبیر، ۳:۱۰۹، ح: ۲۸۱۹)

آپ کی امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بیٹے حسین کو اس سرزمین پر قتل کر دے گی جس کو کربلا کہا جاتا ہے۔

۴۔ ۶۱ ہجری کے اختتام کی نشاندہی

عن ام سلمة قالت قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقتل حسين بن علي علی رأس ستين من المهاجری

(مجمع، ۹: ۱۹۰)

(بحوالہ طبرانی فی الاوسط)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا حسین بن علی کو ساٹھ ہجری کے اختتام پر شہید کر دیا جائے گا۔

غیب کی خبریں بتانے والے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کی نشاندہی کر دی کہ یہ عراق کا میدان کربلا ہوگا بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ یہ عظیم سانحہ ۶۱ ہجری کے اختتام پر رونما ہوگا۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر دعا فرمایا کرتے:

اللھم انی اعوذبک من رائس الستین وامارۃ الصبیان	اے اللہ میں ساٹھ ہجری کی ابتدا اور (گنوار) لڑکوں کی حکومت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔
الصواعق الحرقہ :۲۲۱	

۶۰ ہجری کی ابتدا میں ملوکیت کی طرف قدم بڑھایا جاچکا تھا اور یہی ملوکیت وجہ نزاع بنی۔ اور اصولوں کی پاسداری اور اسلامی امارت کے شہریوں کے بنیادی حقوق کی خاطر نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا کے میدان میں حق کا پرچم بلند کرتے ہوئے اپنی اور اپنے جان نثاروں کی جانوں کی قربانی دینا پڑی۔ انہوں نے ثابت کردیا کہ اہل حق کٹ تو سکتے ہیں کسی یزید کے دست پلید پر بیعت کر کے باطل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے ۔وہ نیزے کی انی پر چڑھ کر بھی قرآن سناتے ہیں۔ ان کے بے گور وکفن لاشوں پر گھوڑے تو دوڑائے جاسکتے ہیں لیکن انہیں باطل کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر آمادہ نہیں کیا جاسکتا‘ یہی لوگ تاریخ کے چہرے کی تابندگی کہلاتے ہیں اور محکوم ومظلوم اقوام کی جدوجہد آزادی انہی نابغان عصر کے عظیم کارناموں کی روشنی میں جاری رکھتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۶۰ ہجری کی ابتدا سے پناہ مانگتے تھے کہ خلفائے راشدین کے نقش قدم سے انحراف کی راہ نکالی جارہی تھی‘ لڑکوں کے ہاتھ میں عنان اقتدار دے کہ اسلامی ریاست کو تماشا بنایا جارہا تھا۔ کہ اب سنجیدگی کی جگہ لاابالی پن نے لے لی تھی۔

حضرت یحی حضرمی کا ارشاد ہے کہ سفر صفین میں مجھے شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ جب ہم نینوا کے قریب پہنچے تو داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اے ابو عبداللہ ! فرات کے کنارے صبر کرنا میں نے عرض کیا" یہ کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے:

ان الحسین یقتل بشط الفرات و ارانی قبضة من تربته	حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے قتل ہوگا اور مجھے وہاں کی مٹی بھی دکھائی۔

(الخصائص الکبریٰ ۲:۱۲)

حضرمی روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی شیر خدا رک کر اس زمین کو دیکھنے لگے تو اچانک بلند آواز میں گویا ہوئے۔ ابو عبداللہ! حسین صبر کرنا۔ ہم سہم گئے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے' آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ورطہ حیرت میں ڈوب گئے کہ یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس میدان کربلا میں میرا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگا۔

۶۔ مقتل حسین رضی اللہ عنہ

حضرت اصبغ بن بنانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

اتینا مع علی موضع قبر الحسین فقال ھھنا مناخ رکابھم و موضع رحالھم و مھراق دمائھم فئة من ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقتلون بھذہ	ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبر حسین رضی اللہ عنہ کی جگہ پر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ان کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ اور یہ ان کے کجاوے رکھنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے خون

العرصة تبكی علیهم السماء والارض
(الخصائص الکبریٰ، ۲:۱۲۶)
(سر الشھادتین: ۱۳)

بہنے کا مقام ہے۔ آل محمد ﷺ کا ایک گروہ اس میدان میں شہید ہوگا جس پر زمین و آسمان روئیں گے۔

گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کا پورا نقشہ کھینچ دیا کہ یہاں پر وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہوگا اور یہاں خاندان رسول ہاشمی کا خون بہے گا۔

۷۔ جس دن یہ مٹی سرخ ہو جائے گی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ذکر پہلے ہو چکا ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حسین کو عراق میں قتل کر دیا جائے۔ اور یہ کہ جبرئیل نے کربلا کی مٹی لا کر حضور نبی کریم ﷺ کو دی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

یا ام سلمه اذا تحولت هذه الترته دما فاعلمی ان ابنی قد قتل فجعلتها ام سلمة فی قارورة ثم جعلت تنظر الیها کل یوم و تقول ان یوما تحولین دما لیوم عظیم
(الخصائص الکبریٰ، ۲:۱۲۵)
(سر الشھادتین، ۲۸)
(المعجم الکبیر للطبرانی، ۳:۱۰۸)

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو جان لینا کہ میرا یہ بیٹا قتل ہو گیا ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس مٹی کو بوتل میں رکھ دیا تھا اور وہ ہر روز اس کو دیکھتیں اور فرماتیں اے مٹی! جس دن تو خون ہو جائے گی وہ دن عظیم ہوگا۔

شہادت امام حسین کی عظمت کا یہ پہلو بطور خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اسکے تذکرے عہد رسالت میں ہی ہونے لگے تھے۔ کسی واقع کا وقوع سے قبل شہرت اختیار کر لینا اسکے غیر معمولی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

فصل دوم

خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لہو سے تحریر ہونے والی

داستان حریت و ایثار

۱۰ محرم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اضطراب

گزشتہ فصل میں ہم نے بیان کیا کہ تاجدار کائنات ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو کربلا کی مٹی دے کر فرمایا ''ام سلمہ رضی اللہ عنہا! یاد رکھنا اور دیکھتے رہنا کہ جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو سمجھ لینا میرا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوگیا ہے۔'' (گویا حضور ﷺ کے علم میں تھا کہ ام سلمہ' شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے وقت زندہ ہوں گی) ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے وہ مٹی سنبھال کر رکھی حتی کہ ہجری کے ۶۰ برس گزر گئے' ۶۱ کا ماہ محرم آیا۔ ۱۰ محرم الحرام کا دن تھا دوپہر کا وقت تھا میں لیٹی ہوئی تھی خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں آپ ﷺ رو رہے ہیں' ان کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں ہیں' سر انور اور ریش مبارک خاک آلودہ ہے' میں پوچھتی ہوں یارسول اللہ! یہ کیفیت کیا ہے؟ میرے آقا ﷺ روتے ہوئے فرماتے ہیں ام سلمہ! میں ابھی ابھی حسین کے مقتل (کربلا) سے آرہا ہوں' حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر دیکھ کر آیا ہوں' ادھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور ادھر مکہ معظّمہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دوپہر کا وقت تھا میں لیٹا ہوا تھا۔ خواب دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں' پریشان حال ہیں' آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے' اس شیشی میں خون ہے میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ خون کیسا ہے فرمایا! ابن عباس! ابھی ابھی مقتل حسین سے آیا ہوں یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے' آج سارا دن کربلا میں گزرا۔ کربلا کے شہیدوں کا خون اس شیشی میں جمع کرتا رہا ہوں۔

اگر کوئی سوال کرنے والا یہ سوال کرے کہ ۷۲ شہیدوں کا خون ایک شیشی میں کیسے سما سکتا ہے تو جواب محض یہ ہوگا کہ جس طرح ۱۴۰۰ اصحابیوں کے غسل کا پانی حضور نبی کریم ﷺ کے ایک لوٹے میں بند ہوگیا تھا یا پندرہ سو صحابہ کا کھانا ایک ہنڈیا میں

سما گیا تھا اسی طرح ۷۲ شہداء کا خون بھی ایک شیشی میں سما سکتا ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت سلمی کہتی ہیں:

دخلت علی ام سلمة و ھی تبکی فقلت: ما یبکیک؟ قالت: رایت رسول اللہ ﷺ فی المنام و علی رأسه ولحیته التراب فقلت: مالک یا رسول اللہ قال: شھدت قتل الحسین انفا.

(سنن، ترمذی، ابواب المناقب)

میں حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا ”آپ کیوں رو رہی ہیں؟“ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ کے سرانور اور داڑھی مبارک پر گرد و غبار ہے۔ میں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ (یہ گرد و غبار کیسا ہے) آپ نے فرمایا ”میں نے ابھی ابھی حسین رضی اللہ عنہ کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔“

شب عاشور، عبادات کی رات

البدایہ والنہایہ اور ابن کثیر میں کثرت کے ساتھ ان روایات کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ ۹ محرم الحرام کو نواسہ رسول، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھکے ماندے جسم کے ساتھ اپنی خیمے کے سامنے میدان کربلا کی ریت پر تشریف فرما ہیں۔ اپنی تلوار سے ٹیک لگا رکھی ہے، یوم عاشور کا انتظار کر رہے ہیں کہ اونگھ آ گئی، ادھر ابن سعد نے حتمی فیصلہ ہو جانے کے بعد اپنے عساکر کو حکم دے دیا کہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے

ساتھیوں پر حملہ کردو یزیدی عساکر حملہ کی نیت سے امام عالی مقام کے اہل بیت اطہار کے خیموں کے قریب پہنچ گئے۔ یزیدی عساکر کا شور وغوغہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا باہر تشریف لائیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بیدار کیا۔ آپ نے سر انور اٹھایا اور پوچھا زینب رضی اللہ عنہا کیا بات ہے؟ عرض کی امام عالی مقام! دشمن کی طرف سے حملے کی تیاری مکمل ہو چکی ہے فرمایا ہمشیرہ زینب رضی اللہ عنہا! ہم بھی تیاری کر چکے ہیں ”بھائی جان تیاری سے کیا مراد ہے؟ زینب رضی اللہ عنہا نے مضطرب ہو کر پوچھا...... فرمایا! زینب رضی اللہ عنہا ابھی ابھی میری آنکھ لگی تھی، نانا جان خواب میں تشریف لائے اور بتایا کہ تم عنقریب ہمارے پاس آنے والے ہو! بہن! ہم اس انتظار میں ہیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں تو بھیا! یہ مصیبت کی گھڑی آ پہنچی؟ فرمایا زینب رضی اللہ عنہا افسوس نہ کر، صبر کر بہن! اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ یزیدی لشکر سے ایک شب کی مہلت مانگی کہ زندگی کی آخری رات ہے میں اپنے رب کی جی بھر کر عبادت کرنا چاہتا ہوں۔ یزیدی لشکر نے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات کی مہلت دے دی۔

حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب وفادار

البدایہ النہایہ میں ابن کثیر روایت کرتے ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء کو جمع کیا اور فرمایا دیکھو کل کا دن دشمن سے مقابلے کا دن ہے۔ کل کا دن یوم شہادت ہے۔ آزمائش کی بڑی کڑی گھڑی آنے والی ہے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اپنے نانا جان کے حضور تمہاری بے وفائی کا گلہ نہیں کروں گا اور گواہی دوں گا کہ نانا جان یہ میرے

وفادار تھے‘میں نے بخوشی انہیں جانے کی اجازت دی تھی۔جس جس کو ساتھ لے کر جانا چاہتے ہو لے جاؤ‘ یزیدیوں کو صرف میری گردن کی ضرورت ہے جب میری گردن کاٹ لیں گے تو ان کے کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں گے تم اپنی جانیں بچاؤ اور حفظ و امان سے واپس چلے جاؤ۔جو دوسخا کے پروردہ امام حسین علیہ السلام آخری لمحات میں بھی دوسروں کا بھلا چاہتے نظر آتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کو زندگی کے اس نازک موڑ پر بھی اپنے ہمراہ یزیدی انتقام کی بھینٹ چڑھنے سے بچانا چاہتے ہیں لیکن عزیمت کے مسافروں کو آفرین کہ انہوں نے اپنی وفاداری کو زندگی کی عارضی مہلت پر ترجیح دی۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جان نثار اصحاب اور شہزادوں نے عرض کیا کہ امام عالی مقام! خدا وہ دن نہ لائے کہ ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں .... آپ کے بغیر دنیا میں رہ کر ہم کیا کریں گے......ہم کٹ مریں گے ......ہماری گردنیں آپ کے قدموں میں ہوں گی ...... ہم اپنی جانیں آپ پر نثار کردیں گے ......ہماری لاشوں پر سے گزر کر کوئی بد بخت آپ کو نقصان پہنچائے گا ......ہم ہرگز ہرگز آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب وفادار کا یہ جذبہ ایثار دیکھا تو فرمایا اچھا! یہ آخری رات ہے‘ سجدے میں گر جاؤ‘ ساری رات عبادت اور مناجات میں گزری۔جان نثاران حسین کے خیموں سے رات بھر اللہ کی حمد وثنا کی صدائیں آتی رہیں۔

یوم عاشور

نماز فجر جان نثار اصحاب نے امام عالی مقام کی اقتداء میں ادا کی‘ بارگاہ خداوندی میں کربلا والے سربسجود تھے وہ سر جنہیں آج شام نیزوں پر بھی قرآن پڑھنا تھا‘ اللہ رب العزت کے حضور جھکے ہوئے تھے مولا! یہ زندگی تیری ہی عطا کردہ ہے ہم اسے تیری راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار! یزیدی لشکر نے بھی بد بخت ابن سعد

کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی‘ ۱۰ محرم الحرام کا سورج طلوع ہوا تو خون میں ڈوبا ہوا تھا‘ آسمان خون کے آنسو رو رہا تھا۔ آج علی اصغر کے حلقوم میں تیر پیوست ہونا تھا خاندان رسول ہاشمی کے بھوکے پیاسے شہزادوں کے خون سے ریگ کربلا کو سرخ ہونا تھا۔

حر کی توبہ

یزیدی ۷۲ جان نثاروں اور عورتوں اور بچوں کے خلاف صف آراء ہوئے‘ دستور عرب کے مطابق پہلے انفرادی جنگ کا آغاز ہوا۔ یزیدی لشکر سے ایک شہ سوار نکلا‘ ابن سعد سے پوچھا کیا واقعی تم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے؟ وہ بدبخت جواب دیتا ہے کہ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ ہی نہیں۔ یہ سن کر شہ سوار پر لرزہ طاری ہوجاتا ہے کہ یہ بخت تو نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردے گا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کا خون بہائے گا۔ اس کے دل میں ایمان کی جو چنگاری سلگ رہی تھی اس نے جوش مارا‘ قدرت نے اسے اس محبت اہل بیت کا ثمر دیا‘ اس کے اندر کا انسان بیدار ہوگیا۔ وہ خوف سے کانپ رہا تھا۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر ایک شخص اس سے پوچھتا ہے‘ تم تو کوفہ والوں میں سے سب سے بہادر شخص ہو‘ تمہاری بہادری کی تو مثالیں دی جاتی ہیں‘ میں نے آج تک تمہیں اتنا پژمردہ نہیں دیکھا‘ تمہاری حالت غیر کیوں ہورہی ہے؟ وہ شخص سر اٹھاتا ہے اور امام عالی مقام کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے

میرے ایک طرف جنت ہے اور دوسری طرف دوزخ ہے...... مجھے آج اور اسی وقت دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے! تھوڑے سے توقف کے بعد وہ شہسوار سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے .... میں نے دوزخ کو ٹھکرانے کا فیصلہ کرلیا ہے اور اپنے لئے جنت کو منتخب کیا ہے‘ پھر وہ اپنے گھوڑے کو ایڑی لگاتا ہے اور امام عالی مقام کی خدمت میں پہنچتا ہے۔ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو

مخاطب کر کے کہتا ہے: حضور! میں آپ کا مجرم ہوں' میں ہی آپ کے قافلے کو گھیر کر میدان کربلا تک لایا ہوں کیا اس لمحے میں بھی میری توبہ قبول ہو سکتی ہے ؟ شافع محشر کے نور نظر امام عالی مقام نے فرمایا کہ اگر توبہ کرنے آئے ہو تو اب بھی قبول ہو سکتی ہے۔ وہ کہتا ہے کیا میرا رب مجھے معاف کر دے گا؟ حسین رضی اللہ عنہ: ہاں تیرا رب تجھے معاف کر دے گا۔ لیکن یہ تو بتا کہ تیرا نام کیا ہے' اس شہسوار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں' عرض کرتا ہے میرا نام حر ہے' امام عالی مقام نے فرمایا حر تمہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی آزاد کر دیا گیا ہے۔ فرمایا: حر نیچے آؤ! وہ کہتا ہے: نہیں امام عالی مقام! اب زندہ نیچے نہیں آؤں گا' اپنی لاش آپ کے قدموں پر نچھاور کروں گا اور یزید کے لشکر کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤں گا۔ اس کے بعد خوش بخت حر نے یزیدی لشکر سے خطاب کیا لیکن جب آنکھوں پر مفادات کی پٹی باندھ دی جائے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ کوفی لشکر پر حر کی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔

(البدایہ والنہایہ' ۸: ۱۸۰۔ ۱۸۱)

انفرادی جنگ کا آغاز

اس ذبح عظیم کا لمحہ جوں جوں قریب آ رہا تھا آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سختیاں بڑھتی چلی جا رہی تھیں تین دنوں کے پیاسے حسینی سپاہیوں نے منافقت کے خلاف فیصلہ کن معرکے کی تیاری شروع کر دی۔ انفرادی جنگ کا آغاز ہوا۔ جناب حر اصحاب حسین رضی اللہ عنہ کے پہلے شہید تھے اب ایک مجاہد لشکر حسین رضی اللہ عنہ سے نکلتا اور ایک یزیدی لشکر سے۔ آپ کے جان نثار دشمن کی صفوں کی صفیں الٹ دیتے' کشتوں کے پشتے لگاتے رہے' یزیدیوں کو واصل جہنم کر کے اور پھر خود بھی جام شہادت نوش کر کے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار ہو جاتے' پہلے اصحاب حسین شہید ہوئے' غلام

نثار ہوئے قرابت دار ایک ایک کر کے حق شجاعت دیتے ہوئے صفت شہادت سے سرفراز ہوئے۔

خاندان رسول ﷺ کی جانثاری

اب پیغمبر اعظم ﷺ کے خاندان کے افراد کی باری تھی۔ ان کے چہرے تمتما رہے تھے۔ بھوک اور پیاس سے برا حال ہو رہا تھا لیکن جذبہ شہادت کے جوش میں دنیا کی یہ چیز ان کے نزدیک بے وقعت ہو کر رہ گئی تھی۔ علی اکبر' جسے ہمشکل پیغمبر ہونے کا اعزاز حاصل تھا بارگاہ حسین رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوتا ہے کہ ابا جان! اب مجھے اجازت دیجئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی پیشانی پر الوداعی بوسہ ثبت کرتے ہوئے جواں سال بیٹے کو سینے سے لگا لیا اور بیٹے کو حسرت بھری نظروں سے دیکھا اور دعائیں دے کر مقتل کی طرف روانہ کیا کہ بیٹا! جاؤ اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرو علی اکبر شیر کی طرح میدان جنگ میں آئے' سراپا پیکر رعنائی' سراپا پیکر حسن' سراپا پیکر جمال' مصطفٰی و مجتبیٰ ﷺ کی تصویر کامل' یزیدی لشکر سے نبرد آزما تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مقتل کی طرف بڑھے کہ اپنے بیٹے کی جنگ کا نظارہ کریں وہ دشمن پر کس طرح جھپٹتا ہے؟ لیکن لشکر یزید میں اتنا گرد و غبار چھایا ہوا تھا کہ امام عالی مقام داد شجاعت دیتے ہوئے علی اکبر کو نہ دیکھ سکے۔

امام عالی مقام آرزو مند تھے کہ دیکھیں میرا بیٹا کس طرح راہ حق میں استقامت کا کوہ گراں ثابت ہوتا ہے کس طرح یزیدی لشکر پر وار کرتا ہے' شجاعت حیدری کے پیکر علی اکبر برق رعد بن کر یزیدی عساکر پر حملے کر رہے تھے' صفیں کی صفیں الٹ رہے تھے۔ لشکر یزید جس طرف دوڑتا امام عالی مقام سمجھ جاتے کہ علی اکبر اس طرف داد شجاعت دے رہا ہے' اسی طرح سمتوں کا تعین ہوتا رہا' یزیدی سپاہی

واصل جہنم ہوتے رہے' علی اکبر مردانہ وار جنگ کر رہے تھے۔ تین دن کے پیاسے تھے' گرد و غبار سے فائدہ اٹھا کر گھوڑے کو ایڑی لگا کر واپس آئے عرض کی ابا جان ! اگر ایک گھونٹ پانی مل جائے تو تازہ دم ہو کر بدبختوں پر حملہ کروں ۔ فرمایا: بیٹا ! میں تمہیں پانی تو نہیں دے سکتا میری زبان کو چوس لو' امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی اپنی زبان خشک ہے امام عالی مقام نے اپنی زبان مبارک علی اکبر کے منہ میں ڈال دی کہ بیٹا اسی طرح نانا جان اپنی زبان میرے منہ میں ڈالا کرتے تھے۔ شاید وہ میرے منہ میں اپنی زبان آج کے دن کے لئے ڈالتے تھے۔ علی اکبر نے اپنے بابا کی سوکھی ہوئی زبان چوسی' ایک نیا حوصلہ اور ولولہ ملا۔ پلٹ کر پھر لشکر یزید پر حملہ کر دیا اچانک لڑتے لڑتے آواز دی۔

یا ابتاہ ادر کنی ابا جان آ کر مجھے تھام لیجئے

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ جواں سال بیٹے کی شہادت کی گھڑی آ گئی' دوڑ کر علی اکبر کی طرف آئے' قریب ہو کر دیکھا تو ہمشکل پیغمبر علی اکبر زمین پر تھا۔ لشکر یزید کے کسی بدبخت سپاہی کا نیزہ علی اکبر کے سینے میں پیوست ہو چکا تھا' امام عالی مقام زمین پر بیٹھ گئے اپنے زخمی بیٹے کا بوسہ لیا' علی اکبر نے کہا ابا جان ! اگر یہ نیزے کا پھل سینے سے نکال دیں تو پھر دشمن پر حملہ کروں ۔ امام عالی مقام نے علی اکبر کو اپنی گود میں لے لیا' نیزے کا پھل کھینچا تو سینے سے خون کا فوارہ بہہ نکلا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی **انا للہ و انا الیہ راجعون**.

امام عالی مقام جواں سال بیٹے کی لاش کو لیکر اپنے خیموں کی طرف پلٹے' راوی بیان کرتا ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں آئے تھے تو ۱۰ محرم کے دن آپ کی عمر مبارک ۵۶ برس پانچ ماہ اور پانچ دن تھی مگر سر انور اور ریش مبارک کا ایک بال بھی سفید نہ تھا لیکن جب جوان علی اکبر کا لاشہ اپنے بازوں میں سمٹ

کر پلٹے تو سرانور کے سارے بال اور ریش مبارک سفید ہو چکی تھی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہہ رہی تھیں کہ پھوپھی جان! بابا جان بوڑھے ہوگئے ہیں۔ غم نے باپ کو نڈھال کر دیا تھا۔

علی اکبر کے بعد قاسم بھی شہید ہوگئے

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ دیکھ رہے ہیں کہ اب کونسا گل رعنا عروس شہادت سے ہمکنار ہونے کے لئے مقتل کی طرف روانہ ہوتا ہے............ اب کون علی اکبر کے ساتھ اپنی مسند شہادت بچھاتا ہے............ اب کون مفارقت کے داغوں سے سینہ چھلنی کرتا ہے............ اب کون تشنہ لب حوض کوثر پر پہنچ کر اپنی پیاس بجھاتا ہے............ اب کون اپنے لہو سے داستان حریت کا نیا باب تحریر کرتا ہے............؟ نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو سامنے امام حسن رضی اللہ عنہ کے لخت جگر قاسم کھڑے ہیں، یہ وہ جوان ہیں جن کے ساتھ حضرت سکینہ کی نسبت طے ہو چکی ہے، عرض کرتے ہیں چچا جان! اجازت دیجئے کہ اپنی جان آپ کے قدموں پر نثار کر دوں، امام عالی مقام جو مقام رضا پر فائز ہیں فرماتے ہیں۔ قاسم! تو تو میرے بڑے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کی اکلوتی نشانی ہے تمہیں دیکھ کر مجھے بھائی حسن رضی اللہ عنہ یاد آ جاتے ہیں، تجھے مقتل میں جانے کی اجازت کیسے دے دوں؟ قاسم نے کہا چچا جان! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اپنے خون سے حق کی گواہی نہ دوں؟ چچا جان! مجھے جانے دیجئے، میری لاش پر سے گزر کر ہی دشمن آپ تک پہنچ پائے گا، اگر آج آپ کے قدموں پر جان نثار نہ کر سکا تو کل ابا جان کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ ہزاروں دعاؤں کی چھاؤں میں خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ چشم و چراغ بھی میدان شہادت کی طرف بڑھنے لگا۔

حمید بن زیاد، ابن زیاد کی فوج کا سپاہی ہے، البدایہ والنہایہ میں امام ابن کثیر کی

روایت کے مطابق وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے اچانک دیکھا کہ اہل بیت کے خیموں میں سے ایک خوبصورت اور کڑیل جوان نکلا' اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار لہرا رہی تھی۔ غالباً اس کے بائیں جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا وہ شیر کی طرح حملہ آور ہوا' ابن سعد کے لشکر پر ٹوٹ پڑا اور یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے لگا' یہ جوان امام حسن کا بیٹا قاسم تھا' یزیدیوں نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا کسی بدبخت نے شہزادہ قاسم کے سر پر تلوار ماری آواز دی یا عماہ! اور چکرا کر گر پڑے' امام عالی مقام علی اکبر کے غم میں نڈھال تھے' بھتیجے کی لاش کے گرنے کا منظر دیکھا تو اٹھے' قاسم کی لاش پر آئے' فرمایا بیٹے قاسم' یہ کیسی گھڑی ہے کہ میں آج تیری مدد نہیں کر سکا! امام عالی مقام نے قاسم کے لاشے کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ امام ابن کثیر کے مطابق راوی کا کہنا ہے کہ امام عالی مقام ایک جوان کی لاش اٹھا کر خیموں کی طرف لائے' وہ اتنا کڑیل جوان تھا کہ اس کے پاؤں اور ٹانگیں زمین پر لٹک رہی تھیں۔ میں نے کسی سے پوچھا یہ جوان جس کو حسین رضی اللہ عنہ اٹھا کر لے جا رہے ہیں کون ہے کسی نے مجھے بتایا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیٹا قاسم ہے' امام عالی مقام نے قاسم کی لاش کو بھی اپنے شہزادے علی اکبر کی لاش کے ساتھ لٹا دیا۔

معصوم علی اصغر کی شہادت

علی اکبر اور قاسم کے لاشوں کو ایک ساتھ لٹا کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک لمحہ کے لئے خیمے کے دروازے پر بیٹھے' دکھ اور کرب کی تصویر بنے کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔ زبان حال سے کہہ رہے تھے نانا جان! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلشن کو تاراج کر دیا ہے............ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادے خون میں نہائے ہوئے ہیں............ وہ دیکھئے علی اکبر اور قاسم کے لاشے پڑے ہیں............ اب

کچھ دیر بعد خیموں کو آگ لگا دی جائے گی............لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جائیں گے ....نانا......! آپ کی بیٹیوں سے ردائیں چھین لی جائیں گی ....انہیں قیدی بنا کر شام کے بازاروں میں پھیرایا جائے گا............

خیالات کا سلسلہ اس وقت ٹوٹا جب بیبیوں نے خیموں کے اندر سے علی اصغر کو آپ کے پاس بھیج دیا۔ امام عالی مقام نے اپنے ننھے منے بیٹے کو اپنی گود میں سمیٹا' بے ساختہ پیار کیا اور اس کا سر منہ چوم کر آنے والے لمحات کے لئے نصیحتیں فرمانے لگے کہ بنی اسد کے قبیلے کے ایک بدبخت نے تیر مارا جو معصوم علی اصغر کے حلقوم میں پیوست ہوگیا۔ ننھا بچہ اپنے ہی خون میں نہا گیا۔ امام عالی مقام نے اس معصوم کے خون سے چلو بھر کر آسمان کی طرف اچھال دیا کہ باری تعالیٰ ہم تیری رضا اور خوشی کے طلب گار ہیں ....ننھے علی اصغر کی یہ قربانی قبول فرما۔ ابن کثیر کی روایت ہے جسے طبری نے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت علی اصغر کی ولادت بھی میدان کربلا ہی میں ہوئی تھی' بیبیوں نے نومولود علی اصغر کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ وہ نومولود کے کان میں اذان کہیں ادھر امام عالی مقام نے اللہ اکبر کے الفاظ ادا کئے ادھر یزیدی لشکر کی طرف سے تیر آیا جو علی اصغر کے گلے سے پار ہوگیا اور ان کی معصوم روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ بعض روایات کے مطابق شہادت کے وقت علی اصغر کی عمر چھ ماہ تھی اور وہ پیاسے تھے امام عالی مقام کی خدمت میں انہیں اس لئے روانہ کیا گیا کہ یزیدیوں سے کہا جائے کہ ہمارا پانی تو تم نے بند کر دیا ہے لیکن اس معصوم بچے نے تمہارا کیا بگاڑا ہے اس کے لئے تو پانی دے دو۔

غیرت حسین کے منافی روایت کا تجزیہ

میں سمجھتا ہوں کہ پانی مانگنے کی یہ روایت امام عالی مقام کی غیرت اور حمیت

کے منافی ہے وہ حسین رضی اللہ عنہ جو اصولوں کی خاطر میدان کربلا میں اپنے شہزادوں کی قربانیاں دے سکتے ہیں، پانی کی ایک بوند کے لئے یزیدی لشکر کے سامنے دست سوال دراز نہیں کر سکتے تھے۔ حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ کی غیرت دست سوال دراز کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اگر علی اصغر کے لئے پانی مانگنا ہی تھا تو اس کا سوال یزیدی لشکر سے کیوں کیا جاتا؟ رب ذوالجلال کی عزت کی قسم! اگر حسین رضی اللہ عنہ پانی کے لئے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھاتے اور آسمان کی طرف اشارہ کرتے تو چاروں طرف سے گھٹائیں دوڑ کر آتیں اور کربلا کی تپتی ہوئی زمین تک کی پیاس بجھ جاتی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑھی سے زم زم کا چشمہ پھوٹ نکلا تھا اگر نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میدان کربلا میں ایڑی مارتے تو ریگ کربلا سے لاکھوں چشمے پھوٹ پڑتے، مگر نہیں یہ مقام رضا تھا............ یہ مقام توکل تھا...... یہ مقام تفویض اور مقام صبر تھا......... یہ مرحلہ استقامت تھا............ یہ لمحہ امتحان کا لمحہ تھا............ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ آزمائش کی اس گھڑی میں ڈگمگا نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ صبر و رضا کے مقام پر استقامت کا کوہ گراں بنے رہے اس لئے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کا خدا تھا۔ چشم فلک حسین رضی اللہ عنہ کی استقامت کا یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ مکین گنبد خضرا کے ساتھ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ کی نظریں بھی عزم و استقلال کے پیکر حسین رضی اللہ عنہ کے جلال و جمال کا نظارہ کر رہی تھیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا زبان حال سے کہہ رہی تھیں بیٹا حسین رضی اللہ عنہ! میں نے تجھے دودھ پلایا ہے۔ آج میں کربلا کے میدان میں اپنے دودھ کی لاج دیکھنے آئی ہوں۔ بیٹا! میرے دودھ کی لاج رکھنا۔ دیکھنا علی اکبر اور علی اصغر کی قربانی کے وقت تیرے قدم ڈگمگا نہ جائیں، ادھر علی مرتضے شیر خدا فرما رہے تھے حسین رضی اللہ عنہ! راہ خدا میں استقامت سے ڈٹے رہنا، اپنے بابا کے خون کی لاج رکھنا۔ ادھر محبت حسین! میں تاجدار

کائنات ﷺ کربلا کے شہیدوں کا خون ایک شیشی میں جمع فرما رہے تھے' حسین! میرے کندھوں پر سواری کی لاج رکھنا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ سے لیکر علی رضی اللہ عنہ اور اپنی امی جان فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مقدس چہرے سامنے ہوں تو حسین رضی اللہ عنہ جیسے بہادر شخص کے قدم شاہراہ شہادت پر کیسے ڈگمگا سکتے ہیں؟ آپ یزیدیوں کے سامنے دست سوال کس طرح دراز کر سکتے تھے؟ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے للکارنے والے بھلا موت سے کب ڈرتے ہیں؟ جو مرنا نہیں جانتے انہیں جینے کا بھی کوئی حق نہیں اور جو مرنا جانتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے حیات جاوداں پا لیتے ہیں اسی لئے کہا گیا کہ اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ آزمائش کی ان گھڑیوں میں ثابت قدم رہے اس لئے کہ آج انہیں ذبح اسماعیل کا فدیہ بنا کر ذبح عظیم کے مقام بلند پر رونق افروز ہوتا تھا آج حسین رضی اللہ عنہ کو دعائے ابراہیم علیہ السلام کی تکمیل کا باعث بنتا تھا۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

نواسہ رسول ﷺ کربلا کے میدان میں تنہا کھڑا ہے.......... ہونٹوں پر تشنگی کے کانٹے چبھ رہے ہیں .... آسمان سے سورج آگ برسا رہا ہے.......... نینوا کے سینے سے فرات بہہ رہا تھا آج نواسہ رسول ﷺ کے علاوہ یہ پانی ہر شخص کے لئے عام ہے.......... امام عالی مقام کے جان نثار ایک ایک کر کے راہ حق میں توحید کی گواہی دیتے دیتے جام شہادت نوش کر چکے ہیں.......... گلستان رسول اجڑ چکا ہے .... چمنستان فاطمہ رضی اللہ عنہا کو موت کی بے رحم ہواؤں نے اپنے دامن میں سمیٹ رکھا ہے.......... عون و محمد بھی رخصت ہو چکے ہیں.......... عباس علمدار

مقام شہادت پا چکے ہیں............شہزادہ قاسم موت کو گلے سے لگا چکے ہیں ....شہزادہ علی اکبر کا بے گور و کفن لاشہ ریگ کربلا پر پڑا ہے............معصوم علی اصغر کا خون بھی فضا کربلا کو رنگین کر گیا ہے............امام عالی مقام اپنے جان نثاروں کے لاشے اٹھاتے اٹھاتے نڈھال ہو چکے ہیں ....لیکن......علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت' بہادری اور جوانمردی پر ڈھلتی عمر کا سایہ بھی نہیں پڑا۔ شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شیر اپنے تمام اثاثے لٹانے کے بعد بھی استقامت کی تصویر بنا ہوا ہے۔ ایمان کی روشنی آنکھوں سے جھلک رہی ہے۔ چہرے پر اعتماد کا نور بکھرا ہوا ہے' گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں' زینب رضی اللہ عنہا رکاب تھامتی ہیں' امام عالی مقام میدان کربلا میں تلوار لئے کھڑے ہیں' یزیدی عساکر پر خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ فرزند شیر خدا کا سامنے کرنے سے ہر کوئی کترا رہا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ مد مقابل کون کھڑا ہے۔ نواسہ رسول کو پہچانتے ہیں ان کی عظمت اور فضیلت سے آگاہ ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ ان کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں' وہ جانتے ہیں کہ نبض حسین نبض رسول ہے' لیکن مصلحتیں پاؤں کی زنجیر بنی ہوئی ہیں۔ مفادات نے ہونٹوں پر قفل ڈال رکھے ہیں۔ لالچ' حرص اور طمع نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے اور وہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے دربار یزید میں مسند شاہی کا قرب حاصل کرنے کی آرزومند ہیں۔ یزیدی لشکر میں سے کوئی نکل کر شہسوار کربلا کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

یزیدی لشکر نے جان نثاران حسین رضی اللہ عنہ کی استقامت' شجاعت اور جرات دیکھ کر انفرادی جنگ بند کر دی تھی' جب حسین مقتل میں آئے تو اجتماعی حملہ جاری تھا لیکن پورا لشکر بھی اجتماعی طور پر نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے سے ڈر رہا تھا۔ دور دور سے تیر چلاتے رہے' کئی گھنٹوں تک حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر تلوار کا زخم نہ لگا کیونکہ قریب آ کر علی رضی اللہ عنہ

کی شجاعت کے وارث سے جنگ کرنے کا کسی کو حوصلہ نہ ہوا۔ تیروں کی برسات میں امام عالی مقام کا جسم اطہر چھلنی ہوگیا۔ زخموں سے چور امام پر چاروں طرف سے حملہ کیا گیا۔ شمر اور یزید کے بد بخت سپاہی قریب آ گئے، یکبارگی حسین رضی اللہ عنہ کو تلواروں کے نرغے میں لے لیا گیا۔ آخر مردانہ وار جنگ کرتے کرتے شہسوار کربلا گھوڑے سے نیچے آ گئے۔ نیزوں اور تلواروں سے بھی امام عالی مقام کا جسم چھلنی کر دیا گیا۔

زندگی کا آخری لمحہ آ پہنچا، امام عالی مقام نے دریافت فرمایا کہ کون سا وقت ہے جواب ملا نماز کا وقت ہے۔ فرمایا: مجھے اپنے مولا کے حضور آخری سجدہ کر لینے دو۔ خون آلودہ ہاتھوں کے ساتھ تیمّم کیا اور بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہوگئے باری تعالیٰ یہ زندگی تیری ہی دی ہوئی ہے اسے تیری ہی راہ میں قربان کر رہا ہوں اے خالق کائنات! میرا یہ آخری سجدہ قبول ہو۔ بد بخت شمر آگے بڑھا اور چاہا کہ امام عالی مقام کا سر تن سے جدا کر دے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میرے قاتل! ذرا مجھے اپنا سینہ تو دکھا کیونکہ میرے نانا نے مجھے جہنمی کی نشانی بتائی تھی۔

۱۔ امام ابن عساکر نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كأنی أنظر إلی كلب أبقع يلغ فی دماء اهل بيتی	گویا کہ میں ایک سفید داغوں والے کتے کو دیکھ رہا ہوں جو میرے اہل بیت کے خون میں منہ مار رہا ہے۔
(کنز العمال، ح: ۳۴۳۲۲)	

۲۔ محمد بن عمرو بن حسین بیان کرتے ہیں:

كنا مع الحسين بنهر كربلا فنظر إلى شمر ذى الجوشن فقال: صدق الله ورسوله! فقال رسول الله ﷺ كائى أنظر :إلى كلب أبقع يلغ فى دماء أهل بيتى و كان شمر أبرص

(کنز العمال فضائل اہل بی،قتل حسین، ۱۳)

ہم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا کے دریا پر موجود تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے شمر کے سینے کی طرف دیکھا اور فرمایا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ گویا میں اس سفید داغوں والے کتے کی طرف دیکھ رہا ہوں جو میرے اہل بیت کے خون میں منہ مار رہا ہے اور شمر برص کے داغوں والا تھا۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے نشانی دیکھ کر فرمایا ہاں یہ بدبختی تیرا ہی مقدر ہے، وہ بدبخت آگے بڑھا اور سر اقدس کو تن سے جدا کر دیا۔ ادھر روح نے قفس عنصری سے پرواز کی ادھر ندا آئی۔

یا ایتھا النفس المطمئنة٥ ارجعی الی ربک راضیة مرضیة

اے اطمینان پا جانے والے نفس۔ تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب)

حسین! میں تجھ پر راضی ہو گیا۔ اے روح حسین میرے پاس لوٹ آ جنت کے دروازے کھلے ہیں، حور وغلمان تیرے منتظر ہیں، قدسیان فلک تیرے انتظار میں ہیں۔

ذبح عظیم

امام عالی مقام اپنا سارا گھرانہ اللہ کی راہ میں قربان کر چکے ہیں۔ اسلام کی عزت وحرمت پر علی اصغر جیسے معصوم فرزند کی بھی قربانی دے چکے ہیں۔ اپنی جان کا نذرانہ دے کر توحید الٰہی کی گواہی دے چکے ہیں‘ آپ مقام صبر ورضا پر استقامت سے ڈٹے رہے‘ قدسیان فلک متحیر ہیں کہ پیکران صبر ورضا ایسے بھی ہوتے ہیں...........؟

امام عالی مقام نے اپنے نانا اور ابا کے خون اور اپنی امی کے دودھ کی لاج رکھ لی‘ حسین کامیاب ہوگئے۔ حسینیت زندہ ہوگئی۔ واقعی یہ خانوادہ اور اس کا عالی وقار سربراہ۔۔۔۔ اس ذبح عظیم کا سزاوار ہے۔ آج سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی روح بھی رشک کر رہی تھی کہ یہ شرف بھی انکی نسل کے ایک فرد فر یدکے حصے میں آیا۔ حسین رضی اللہ عنہ اس عظیم کامیابی پر قدسیان فلک باشندگان کرہ ارضی کا سلام قبول ہو‘ حسین راہ خدا میں نذرانہ جان پیش کر کے اور ملوکیت اور آمریت کے اندھیروں میں اپنے خون کے چراغ روشن کر کے ذریت ابراہیمی کی محافظت کی علامت بن گئے‘ شہادت عظمی نے انہیں ولایت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان بنا دیا۔ حسین رضی اللہ عنہ قیامت تک کے لئے اسلام کی حفاظت کا ستون بن گئے۔

شہادت حسین پر آسمان کا نوحہ

شہادت حسین رضی اللہ عنہ تاریخ انسانی کا ایک غیر معمولی واقعہ ہے کہ پیغمبر کے پیروکاروں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو بیدردی سے شہید کر کے اس کا سر اقدس نیزے پر سجایا۔ یہی نہیں خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادوں اور اصحاب حسین کو بھی اپنے انتقام کا نشانہ بنا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کا جرم یہ تھا کہ وہ ایک فاسق اور فاجر کی بیعت کر کے دین میں تحریف کے مرتکب نہیں ہوئے تھے‘ انہوں نے اصولوں پر

باطل کے ساتھ سمجھوتے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے آمریت اور ملوکیت کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا تھا' انہوں نے انسان کے بنیادی حقوق کے غاصبوں کی حکومت کی توثیق کرنے کی بزدلی نہیں دکھائی تھی۔ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ۷۲ جان نثاروں کے خون سے کربلا کی ریت ہی سرخ نہیں ہوئی' بلکہ اس سرخی نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

محدثین بیان کرتے ہیں کہ امام عالی مقام کی شہادت پر نہ صرف دنیا روئی' زمین و آسمان نے بھی آنسو بہائے' شہادت حسین پر آسمان بھی نوحہ کناں تھا انسان تو انسان جنات نے بھی مظلوم کربلا کی نوحہ خوانی کی۔ محدثین بیان کرتے ہیں کہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے وقت بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا گیا اس کے نیچے سے خون نکلا' شہادت حسین کے بعد ملک شام میں بھی جس پتھر کو ہٹایا گیا اس کے نیچے سے خون کا چشمہ ابل پڑا۔ محدثین کا کہنا ہے کہ شہادت حسین پر پہلے آسمان سرخ ہو گیا۔ پھر سیاہ ہو گیا۔ ستارے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے یوں لگتا تھا جیسے کائنات ٹکرا کر ختم ہو جائے گی یوں لگا جیسے قیامت قائم ہو گئی ہو دنیا پر اندھیرا چھا گیا۔

۱۔ امام طبرانی نے ابو قبیل سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

لما قتل الحسين بن علي انكسفت الشمس كسفة حتى بدت الكواكب نصف النهار حتى ظننا أنها هي

جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو سورج کو شدید گہن لگ گیا حتی کہ دوپہر کے وقت تارے نمودار ہو گئے یہاں تک کہ انہیں اطمینان ہونے لگا کہ یہ رات ہے۔

مجمع الزوائد' ۹: ۱۹۷

معجم الکبیر ح: ۲۸۳۸

۲۔ امام طبرانی نے معجم الکبیر میں جمیل بن زید سے روایت کی ہے انہوں نے کہا!

لما قتل الحسين احمرت السماء

جب حسین رضی اللہ عنہ کوشہید کیا گیا تو آسمان سرخ ہو گیا۔

معجم الکبیر، ح:۲۸۳۷

مجمع الزوائد،۹: ۱۹۷

۳۔عیسی بن حارث الکندی سے مروی ہے کہ:

لما قتل الحسين مكثنا سبعة أيام اذا صلينا العصر نظرنا الى الشمس على أطراف الحيطان كأنها الملاحف المعصفرة و نظرنا إلى الكواكب يضرب بعضها بعضاً

جب امام حسین کوشہید کر دیا گیا تو ہم سات دن تک ٹھہرے رہے جب ہم عصر کی نماز پڑھتے تو ہم دیواروں کے کناروں سے سورج کی طرف دیکھتے تو گویا وہ زرد رنگ کی چادریں محسوس ہوتا اور ہم ستاروں کی طرف دیکھتے ان میں سے بعض، بعض سے ٹکراتے۔

معجم الکبیر، ح:۲۸۳۹

۴۔امام طبرانی نے معجم الکبیر میں محمد بن سیرین سے روایت کی ہے۔فرماتے ہیں!

لم يكن فى السماء حمرة حتى قتل الحسين

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کے وقت آسمان پر سرخی چھائی رہی۔

معجم الکبیر، ح:۲۸۴۰

مجمع الزوائد،۹: ۱۹۷

۵۔امام طبرانی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں۔سیدہ فرماتی ہیں!

سمعت الجن تنوح علی الحسین بن علی رضی اللہ عنہ

میں نے جنوں کو سنا کہ وہ حسین بن علی کے قتل پر نوحہ کر رہے ہیں۔

معجم الکبیر، ح:۲۸۶۲، ۲۸۶۷

مجمع الزوائد۹:۱۹۹

۶۔امام طبرانی نے زھری سے روایت کیا ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا۔

لما قتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہ لم یرفع حجر بیت المقدس الا وجد تحتہ دم عبیط.

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو بیت المقدس کا جو پتھر بھی اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔

معجم الکبیر، ۳، ح:۲۸۳۴

۷۔امام طبرانی نے امام زہری سے اس قسم کی ایک اور روایت بھی نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا!

مارفع حجر بالشام یوم قتل الحسین بن علی الاعن دم

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے دن شام میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تو وہ خون آلود ہوتا

معجم الکبیر، ح:۲۸۳۵

مجمع الزوائد۹، ۱۹۴:

شام غریباں

کربلا میں شام نے اپنے پر پھیلا دیئے۔ سورج نے فرط خوف سے مغرب کی وادیوں میں اپنا منہ چھپالیا۔ آسمان کی آنکھیں خون کے آنسوؤں سے بھر گئیں۔ خاندان رسول ہاشمی کے ایک ایک فرد کو قتل کرنے کے بعد یزیدیوں کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا، انتقام

کی آگ سرد نہ ہوئی' امام حسین اور ان کے جان نثار رفقا کے لاشوں پر گھوڑے دوڑنے لگے گھوڑوں کی ٹاپ سے شہزادگان رسول ﷺ کے نازک جسموں کو روند ڈالا ۔ یہ نازک جسم پہلے ہی تیغ و تیر سے چھلنی ہو چکے تھے۔ پھر خانوادہ اہل بیت کے خیموں کو آگ لگا دی گئی۔ سکینہ طمانچے کھا چکی تو خیموں کا سامان بھی لوٹ لیا گیا۔ اپنے پیغمبر کے گھرانے کی برہنہ سر بیبیوں کو قیدی بنایا گیا۔ بیمار کربلا زین العابدین بھی قیدی بن گئے ۔شہیدان کربلا کے سروں کو کاٹ کر نیزوں پر چڑھا لیا گیا۔ اور اسیران کربلا کا قافلہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی قیادت میں شہیدوں کے سروں کے ساتھ کوفہ کی جانب روانہ ہوا۔ شام کے سائے کچھ اور بھی گہرے ہو گئے' بیبیوں کی برہنہ سروں کو رات نے اپنے سیاہ آنچل سے ڈھانپ دیا۔ ابھی اس قافلے کی قیادت بیمار کربلا حضرت زین العابدین کر رہے تھے۔اس وقت ان کی عمر تیرہ چودہ برس کے قریب تھی۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شہزادی زینب رضی اللہ عنہا خواتین کی دیکھ بھال کرتیں کہ کوئی بچہ قافلے سے بچھڑ نہ جائے' کسی بی بی کے سر سے دوپٹہ لڑھک نہ جائے۔

عیسائی راہب کا اظہار عقیدت

اسیران کربلا کا قافلہ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔راستے میں رات ہوگئی' چنانچہ ''فاتحین کربلا'' نے پڑاؤ کا فیصلہ کیا۔ پڑاؤ کی جگہ کے قریب ہی ایک گرجا گھر تھا۔اس گرجے میں ایک ضعیف العمر عیسائی راہب رہتا تھا۔ بڑا پرہیزگار اور متقی راہب تھا۔ عبادت گزار بھی تھا اور خدا ترس بھی ۔اسے جب معلوم ہوا کہ قافلے والے اپنے پیغمبر کے نواسے اور اس کے اصحاب کو قتل کرنے کے بعد ان کے سر لے کر یزید کے پاس جا رہے ہیں تو اس نے قافلہ کے یزیدی امیر سے کہا میں تمہیں دس ہزار دیناردوں گا شرط صرف یہ ہے کہ آج کی رات تمہارے پیغمبر کے نواسے کا سر میرے پاس رہے گا۔اس کے لئے تم پڑاؤ ہمارے پاس کرو۔تمہاری خدمت بھی کروں گا اور تمہیں عزت کے ساتھ روانہ کروں گا۔ یزیدی امیر دنیادار شخص تھا حرص دنیا کا طالب' اس نے راہب کی شرائط مان لیں اور حسین کا سر اس راہب کے حوالے کر دیا۔ راہب حسین رضی اللہ عنہ کا سر

لے کر اندر چلا گیا۔ راہب نے نیزے پر سے سر انور کو اتارا اور اس کو خوشبودار پانی سے دھویا اسے صاف کیا اور خوشبو لگائی' خوبصورت غلاف میں رکھا اور اس کے پاس بیٹھ گیا۔ رات بھر چہرہ حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت میں مصروف رہا۔ وہ راہب بیان کرتا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کا سر پڑا ہے اور اس سر سے نوری شعاعیں اٹھ کر عرش معلیٰ تک جا رہی ہیں' نور کا ہالہ سر اقدس کا طواف کر رہا ہے جب اس نے یہ کیفیت دیکھی تو ساری رات قتل حسین رضی اللہ عنہ پر آنسو بہاتا رہا۔ حسین رضی اللہ عنہ کے احترام اور توقیر کا اسے یہ صلہ ملا کہ صبح جب باہر نکلا رحمت خداوندی نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا اس نے کلمہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ ایک طرف وہ شقی القلب ابن سعد کے سپاہی تھے کہ بے ادبی کا ارتکاب کر کے دولت ایمان سے محروم ہو گئے اور ایک یہ راہب تھا کہ حسین کے سر کی عزت کرنے کے صدقے میں اس کا دامن ایمان کی نعمت سے بھر دیا گیا۔

ایک قاتل کی بیوی کی گواہی

روایات میں ہے کہ ابن سعد نے امام عالی مقام کے سر اقدس کو خولی کے ہاتھ ابن زیاد کے دربار میں بھیجا جب خولی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس لے کر کوفہ میں پہنچا تو قصر امارت کا دروازہ بند ہو چکا تھا چنانچہ وہ سر انور کو اپنے گھر لے آیا اور ایک برتن سے سر انور کو ڈھانپ دیا اس کی بیوی نوار سخت ناراض ہوئی کہ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کا سر لے کر آیا ہے چنانچہ وہ اس جگہ آ بیٹھی جہاں امام عالی مقام کا سر اقدس رکھا تھا۔ وہ روایت کرتی ہے۔

قواللہ مازلت انظر الی نور یسطع مثل العمود من السماء الی الاجانۃ ورایت طیراً بیضاء ترفرف حولھا	خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ ایک نور برابر آسمان سے اس برتن تک ستون کی مانند چمک رہا ہے اور میں نے سفید پرندے دیکھے جو برتن کے اردگرد منڈلا رہے تھے۔

الطبری، ۶:۳۴۳

ابن اثیر، ۴:۸۰

دربار یزید میں

ابن زیاد کے قصر امارت کے بعد اسیران کربلا کا یہ قافلہ جب دمشق میں یزید کے دربار میں پہنچا تو وہ بدبخت اس وقت مسند شاہی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس بدبخت نے امام عالی مقام کی دندان مبارک پر اپنی چھڑی ماری اور اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ آج ہم نے بدر میں اپنے مقتولین کا بدلہ لے لیا ہے، اس بدبخت نے اپنے اندر چھپے ہوئے کفر کو ظاہر کر دیا۔ (ابن زیاد کے دربار میں بھی اس قسم کے واقعات پیش آئے تھے) یہ منظر دیکھ دربار یزید میں موجود ایک صحابی اٹھے اور یزید کو اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی فرمایا : خدا کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے مصطفےٰ ﷺ کو ان لبوں کو چومتے ہوئے دیکھا ہے، دربار میں قیصر روم کا سفیر جو ایک عیسائی تھا بھی مسند نشین تھا اس نے یزید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم بدبخت اور بے ایمان ہو، تم نے اپنے پیغمبر کے نواسے کو شہید کر کے اس کا سرتن سے جدا کر دیا ہے اور اب اپنی چھڑی سے اس مقدس سر کی بے حرمتی کر رہے ہو، میں مذہباً عیسائی ہوں ایک علاقے میں ہمارے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سواری کے پاؤں کے کھر ہیں، ہم نے انہیں محفوظ کر لیا ہے خدا کی قسم ایک مدت گزر جانے کے بعد بھی ہم اس سواری کے نعل کی عزت

کرتے ہیں جس طرح تم اپنے کعبہ کی عزت کرتے ہو۔ ہم اپنے نبی کی سواری کے قدموں کا یہ احترام کرتے ہیں، ہر سال اس نعل کی زیارت کرتے ہیں اس کا ادب کرتے ہیں۔ بدبختو! تم اپنے پیغمبر کے شہزادے کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو......! لعنت ہے تمہارے عمل اور کردار پر، یزید سمجھ رہا تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے اس نے بہت بڑا معرکہ سر کر لیا ہے اب اس کے جبر مسلسل کے سامنے کوئی دیوار بن کر کھڑا نہ ہوگا اب دین کی تحریف میں وہ آزاد ہوگا لیکن اس بدبخت کو یہ معلوم نہ تھا کہ یزیدیت جیت کر بھی ہار گئی ہے اور حسینیت بظاہر ہار کر بھی جیت گئی ہے۔

ابن زیاد کا انجام

مختار ثقفی کے لشکر کے سپہ سالار نے ابن زیادہ کا سر قلم کیا اور اسے نیزے پر چڑھا کر مختار ثقفی کے پاس بھیجا۔ بدبخت ابن زیاد کا سر مختار ثقفی کے سامنے رکھا تھا۔ ایک سانپ کہیں سے نمودار ہوا وہ مقتولین کے سروں کو سونگھتا رہا جب مختار ثقفی کے سر کے قریب پہنچا تو اس کے منہ میں داخل ہوتا اور ناک کے نتھنوں سے باہر آتا اور یہ عمل اس نے کئی بار دہرایا گویا زبان حال سے کہہ رہا تھا یزیدیو! تمہارے چہروں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ ابن زیاد قتل ہوا۔ یزید برباد ہوا لیکن حسین رضی اللہ عنہ زندہ ہے اور قیامت تک حسین زندہ رہے گا۔ یزید مر گیا آج کوئی یزید کا نام بھی نہیں لیتا۔ کربلا میں آج حسین رضی اللہ عنہ کی قبر بھی زندہ ہے۔ جبکہ دمشق میں یزید کی قبر بھی مردہ ہے وہاں ہر لمحہ لعنت برس رہی ہے لیکن ساری دنیا حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر صلوۃ وسلام کے پھول نچھاور کر رہی ہے۔

شعور کربلا سے پیغام کربلا تک

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد کائنات انسانی کو دو کردار مل گئے۔ **یزیدیت** جو بدبختی ظلم، استحصال، جبر، تفرقہ پروری، قتل و غارت گری اور خون آشامی کا استعارہ بن گئی اور **حسینیت** جو عدل، امن، وفا اور تحفظ دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت ٹھہری، قیامت تک حسین بھی زندہ رہے گا اور حسینیت کے پرچم بھی قیامت تک لہراتے رہیں گے، یزید قیامت تک کے لئے مردہ ہے اور یزیدیت بھی قیامت تک کے لئے مردہ ہے، حسین رضی اللہ عنہ کی روح ریگ کربلا سے پھر پکار رہی ہے............ آج سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی روح اجڑے ہوئے خیموں سے ہمیں صدا دے رہی ہے............ آج علی اکبر اور علی اصغر کے خون کا ایک ایک قطرہ دریائے فرات کا شہدائے کربلا کے خون سے رنگین ہونے والا کنارہ ہمیں آواز دے رہا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والو! حسینیت کے کردار کو اپنے قول و عمل میں زندہ کرو...... ہر دور کے یزیدوں کو پہچانو...... یزیدیت کو پہچانو...... یزیدیت تمہیں توڑنے اور تمہارے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے سرگرم عمل ہے، حسینیت تمہیں جوڑنے کے لئے ہے............ حسینیت اخوت محبت اور وفا کی علمبردار ہے، یزیدیت اسلام کی قدریں مٹانے کا نام ہے............ حسینیت اسلام کی دیواروں کو پھر سے اٹھانے کا نام ہے، یزیدیت قوم کا خزانہ لوٹنے کا نام ہے، حسینیت قوم کی امانت کو بچانے کا نام ہے............ یزیدیت جہالت کا اور حسینیت علم کا نام ہے............ یزید ظلم کا اور حسین امن کا نام ہے............ یزید اندھیرے کی علامت ہے اور حسین روشنی کا استعارہ ہے............ یزیدیت پستی اور ذلت کا نام ہے جبکہ حسینیت انسانیت کی نفع بخشی کا نام ہے............

آیئے سب مل کر یزیدیت کے خلاف ایک عہد کریں اور وقت کے یزیدوں کے قصر امارات کو پاش پاش کر دیں، مسلمانو! یزیدیت کا تختہ الٹنے، ظلم و استحصال کا نام

ونشان مٹانے اور غریب دشمنی پر مبنی نظام کو پاش پاش کرنے کے لئے اٹھو' اپنے اندر حسینی کردار پیدا کرو اور کربلائے عصر میں ایک نیا معرکہ بپا کر دو' ایک نئی وادی فرات کو اپنے لہو سے رنگین بنا دو' اپنی جان اور اپنے اموال کی قربانی دے کر مصطفوی انقلاب کی راہ ہموار کرو' تاکہ افق عالم پر مصطفوی انقلاب کا سویرا طلوع ہو اور حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر یزیدیت کا آخری نشان بھی مٹ جائے۔ دلوں کی سلطنت حسینی کردار کے ساتھ آباد کریں اور اپنی سرزمین کو یزیدی فتنوں سے یکسر پاک کر دیں۔ اس خطے کو ہم ایک بار پھر اہل بیت اور صحابہ کرام کی محبتوں کا مرکز و محور بنا دیں' فتنہ فساد' جنگ' قتل و غارتگری کی آگ کو بجھا کر حسین رضی اللہ عنہ کے جلائے ہوئے چراغ امن سے اپنے ظاہر و باطن کے اندھیرے دور کریں اور سرزمین پاکستان کو امن کا گہوارہ بنا دیں کہ پاکستان ہماری ہی نہیں پوری ملت اسلامیہ کی امانت ہے۔ یہ خطہ دیدہ و دل عالم اسلام کی پہلی دفاعی لائن ہے۔ آیئے اسے اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ بنا دیں۔

مسلمانو! حسینی مشن کے چراغ جلانے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابہ رضی اللہ عنھم کے نقش قدم اجاگر کرنے کے لئے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ایک ہو جاؤ یہی وقت کی آواز ہے کہ شیعہ سنی اکٹھے ہو کر عالم کفر کے خلاف ایک ہو جائیں۔ اپنے اندر کی نفرتوں کو مٹا دو' کدورتوں کو ختم کر دو اب ہمیں بستی بستی قریہ قریہ محبتوں کے چراغ جلانا ہوں گے۔ مدینے سے کربلا تک کے سفر میں قربانیوں کی ان گنت داستانیں بکھری ہوئی ہیں۔ ان داستانوں کو اپنا شعار بنالو' شعور کربلا کو ہر سطح پر زندہ کرو' تاریخ کربلا ایک واقعہ نہیں ایک تحریک ہے۔ شعور کربلا کو ایک عوامی تحریک بنا دو۔ شیعہ سنی بھائی بھائی ہیں انہیں بھائی بن کر اسلام کی سربلندی کے لئے اور قوموں کی برادری میں اپنے کھوئے ہوئے مقام کے لئے ایک ساتھ جدوجہد کرنا ہوگی' دشمنان اسلام مسلمانوں کے اسی اتحاد سے خائف ہیں۔ اپنے قول و عمل سے انہیں بتا دو کہ ہم ایک ہیں'

بانہوں میں بانہیں ڈال کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں جیسی اخوت اسلامی کا مظاہرہ کرو۔

عالمی سامراج ہمیں فرقہ واریت میں الجھا کر ہمیں علم کی روشنی سے محروم رکھنا چاہتا ہے۔علوم جدیدہ اور جدید ٹیکنالوجی کو ہمارے لئے شجرِ ممنوعہ قرار دینا چاہتا ہے۔وہ اپنے مذموم ارادوں کو اسی وقت پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے جب ہم اپنی اجتماعی قوت فرقہ واریت کی نذر کرتے رہیں گے۔ہمارا اتحاد عالمی سامراج کی موت ہے۔شعیہ اور سنی اٹھیں اور ہاتھ میں ہاتھ دے کر دشمنان اسلام کی سازشوں کو خاک میں ملا دیں۔اٹھو! نفرتوں اور کدورتوں کے بت پاش پاش کر دو .... تاریخ کا رخ بدل دو............ عالم کفر کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جاؤ اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو کہ یہی شعور کربلا ہے .... یہی پیغام کربلا ہے............ اس پیغام کی خوشبو کا پرچم لے کر نکلو کہ منزلیں تمہارے قدم چومنے کے لئے بے تاب ہیں۔

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/متوفی	مطبع/سن اشاعت
۱	القرآن الکریم	منزل من اللہ	
۲	صحیح البخاری	امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ ۲۵۶ھ	قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۳۸۱ھ
۳	الصحیح لمسلم	امام مسلم بن الحجاج القشیریؒ ۲۶۱ھ	قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۳۷۵ھ
۴	جامع الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ ۲۷۹ھ	فاروقی کتب خانہ، ملتان، ۱۹۸۳ء
۵	سنن النسائی	امام احمد بن شعیب النسائی، ۳۰۳ھ	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۶	سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، ۲۷۵ھ	مکتبہ امدادیہ، ملتان
۷	سنن ابی ماجہ	امام محمد بن یزید القزوینی، ۲۷۳ھ	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۸	مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل، ۲۴۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۳۹۸ھ
۹	المستدرک	امام ابوعبداللہ محمد الحاکم، ۴۰۵ھ	دارالباز، مکہ مکرمہ
۱۰	المعجم الکبیر	امام سلیمان بن احمد الطبرانی، ۳۶۰ھ	مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ، موصل عراق
۱۱	المعجم الاوسط	امام سلیمان بن احمد الطبرانی، ۳۶۰ھ	مکتبہ العارف، ریاض ۱۴۰۷ھ
۱۲	المعجم الصغیر	امام سلیمان بن احمد الطبرانی، ۳۶۰ھ	
۱۳	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ	نعمانی کتب خانہ، کابل
۱۴	مجمع الزوائد	امام علی بن ابی بکر الہیثمی، ۸۰۷ھ	در الکتاب العربی، بیروت
۱۵	مسند ابی یعلی	امام ابویعلی الموصلی، ۳۰۷ھ	دار الماعون للتراث، بیروت ۱۴۰۶ھ
۱۶	العلل المتناھیہ	عبدالرحمان بن علی ابن الجوزی، ۵۹۷ھ	دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور
۱۷	الطبقات الکبریٰ	امام محمد بن سعد، ۲۳۰ھ	دار المعرفہ لطباعہ والنشر، بیروت
۱۸	البدایۃ والنہایۃ	حافظ عماد الدین ابن کثیر، ۷۷۴ھ	مکتبۃ المعارف، بیروت ۱۹۷۷ء